

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_228923

UNIVERSAL
LIBRARY

جامع عثمانی کے
کتب خانہ کے لیے !

عمر ایساف
۱۱ ۲۲ ۵۱

دیوان

حکیم لہماک مولوی حکیم عبدالباسط المتخلص بشعشع
موسوویہ

ترانہ عشق حصہ اول

مستملک

غزلیات و رباعیات

حسبِ احوال

حکیم عبد الباسط المتخلص بعشق

مولوی مہدی واصف مشہور مصنف کے فرزند اکبر ہیں۔ مہدی صاحب کی تصانیف نے دکن میں خاصی شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ سب سے پہلے انہوں نے اُردو کا لغت فارسی میں لکھا اور اُردو انگریزی دکنی ترتیب دی وہ نہ صرف علوم مشرقیہ کے یگانہ روزگار عالم تھے بلکہ انگریزی ترکی اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ اُن کی فارسی تصنیف ”حکایات دل پسند“ جس میں امثال لقمان کو انگریزی سے نثر فارسی کا جامہ پہنایا گیا ہے ہندوستان کے اکثر مدارس میں زیر درس رہی اور مختلف مطابع میں چھپ چکی ہے۔ انہوں نے علاوہ دیگر تصانیف کے فارسی کا ایک مختصر لغت اور فارسی محاورات پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور ایک متذکرہ ”معدن الجواہر“ نامی بھی لکھا ہے۔ جس میں اپنے ہمعصوروں اور فارسی زبان کے مشہور شاعروں کے حالات جمع کئے ہیں۔ ان کے دو مختصر دیوان بھی۔ فارسی اور اردو میں موجود ہیں مولوی مہدی واصف کے والد عارف الدین خاں رونی بھی فارسی کے مشہور شاعر اور دربار والا جاہل مدارس میں خاص عزت و منزلت رکھتے تھے۔ عرصہ ہوا کہ راقم الحروف نطنج دیوان مع مختصر حالات کے شائع کر دیا ہے۔

الغرض حضرت عشق کے خاندان میں ملکہ شاعری وراثتاً چلا آ رہا ہے چنانچہ وہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

نازم ز سخن عشق رسید بدستم
میراثِ گرانمایہ جد پدر من

”تذکرہ گلزار اعظم“ کی تصریح کی بموجب جس کو نواب غلام غوث خاں آخری یادگار خاندان والا جاہی نے شعرائے والا جاہی کے حالات میں ترتیب دیا ہے حکیم عبدالباسط عشق کی پیدائش ۱۲۳۵ھ میں بمقام مدراس ہوئی۔ وہیں انہوں نے ہوش سنبھالا اور اپنے والد مولوی مہدی واصف اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین سے جو اس زمانہ کے فارسی کے جید اُستاد تھے میں شمار کئے جاتے تھے نیسٹر نواب خان عالم خان فاروق سے جو علم و فضل کے ساتھ فن شعر میں بھی کمال رکھتے تھے عربی فارسی کی درسی کتابوں کی تحصیل کی اور اس کے بعد مدراس کے میڈیکل کالج میں جو وہاں پہلے پہل قائم کیا گیا تھا شریک ہو گئے اور ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔ ان کا اس زمانہ کے مشہور و معروف ڈاکٹروں میں شمار تھا۔ اور وہ سرجری میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ میں نے اپنے بچپن میں ان کا کتب خانہ دیکھا ہے جو کئی سال پر قبل تھا جس میں ڈاکٹری کے ہر فن پر بیش بہا کتابیں فراہم کی گئی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اپنے فن سے کس قدر شغف تھا۔ اور ان کا مطالعہ اور ان کی نظر اس فن پر کس قدر وسیع تھی باوجود اس حداقت و مہارت طبی کے انہوں نے اس شریف پیشہ کو اپنا ذریعہ آمدنی نہیں بنایا۔ بلکہ اپنے دوست احباب اور غریب غریب کا علاج مفت کرتے تھے۔ بسا اوقات ان کی دواؤں کے اخراجات بھی خود اٹھاتے تھے اس فیاضی اور شیرینی کی وجہ سے اکثر مقروض اور تنگ دست رہتے تھے لیکن بائیں ہمہ کبھی انہوں نے اپنا طریقہ نہیں بدلا۔ ان کی انگریزی قابلیت اور مہارت و حداقت طبی کے متعلق گلزار اعظم میں لکھا ہے :-

”زبان انگریزی و پانزدہ فن طب انگریزی از مستندان اہل لسان آموختہ دیہہ دانی اندوختہ“
 ان کے والد مولوی مہدی واصف اپنی تصنیف ”حقیقۃ المرام“ میں ان کی نسبت لکھتے ہیں :-

”شباب ذکی لمہارۃ فی العربیۃ و الفارسیۃ والا انجلیزیتۃ لاسیما فی علم الطب لہ“

حذاقہ کاملہ، گلزار اعظم میں لکھا ہے کہ حضرت عشقِ مدراس میں ایک مہقرہ اور اخبار ”تیمز الانجار“ بھی نکالتے تھے لیکن معلوم نہیں ہوا کہ یہ اخبار فارسی میں تھا یا اردو میں افسوس ہے کہ کہیں اس اخبار کے پرچے دیکھنے میں نہیں آئے۔ ورنہ بہت سے حالات پر روشنی پڑتی۔
حضرت عشق نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اگرچہ اپنے والد اور ماموں سے فارسی، عربی، درسی کتب کی تحصیل فرمائی تھی لیکن کلام کی اصلاح خان عالم خاں بہاؤ فاروق سے لیا کرتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد کو استاد سے اور استاد کو شاگرد سے خاص ربط و تعلق تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

ز شعرِ اثرم عشقِ اثر ہویداشد دعاے حضرتِ فاروقِ برگزین مرا
ایک دوسرے شعر میں استاد سے جدائی پر اس طرح افسوس کرتے ہیں۔
جدا از حضرتِ فاروقِ تاشدم اے عشق زیاد رفت سخنِ خاطرِ حزنِ مرا
”اشاراتِ مینش“ میں لکھا ہے کہ فاروق نے مولوی سید ولد ارعلی کی تصنیف پر جو غالباً مذہبِ شیعیت کی تائید میں لکھی گئی تھی۔ یہ رباعی موزوں کی تھی۔

دلدارِ علی کہ دارِ تالیفِ بداد اثنارِ عشریہ را نمودہ برباد
اعنی ز صوارم و حسامِ اسلام برگردن ہر شیعہ مست بہاد
اس کا جواب سعید بیگ طلب نے یوں دیا۔

فاروق بنائے ابنِ رباعی چونکند ز انصاف ہمہ شیعہ و سنی گفتند
اکنون ز صوارم و حسامِ اسلام البتہ نمودنیت قطع پیوند

حضرت عشق نے اپنے استاد کی حمایت میں کئی رباعیاں لکھ کر بھجوائی تھیں جن میں حسب ذیل دو رباعیاں تذکرہ گلزار اعظم میں درج ہیں۔

نامزدہ قطعِ دادہ بے طلبم ممنون تو اے سعید بیگ طلبم

فاروقم و ہر قطع ہر بدعت و شرک
 شمشیر محمد علی می طلبم
 اے اہل اصلاح کیش ارباب فساد
 دار و برکذ بے زور و ہمتاں بنیاد
 بر قطع ز فاروق کد امیں سنی
 بارافض سب طلب موافق افتاد

یہ وہ زمانہ تھا کہ خاندان والا جاہلی کی بساط حکومت سیٹی جا رہی تھی اور غدر سے
 کچھ دنوں پہلے ہی اطراف و اکناف ہند سے علماء و فضلاء کے قافلے حیدرآباد کو
 اسلامی مرکز خیال کر کے چلے آ رہے تھے خود اس خاندان کے بہت سے افراد
 حیدرآباد پہنچ چکے تھے حضرت عشق کے والد چچا اور دادا حیدرآباد آچکے
 تھے نوابس الامراء بہادر اور ان کے بعد نواب سالار جنگ اول جن کو اہل کمال
 کی قدردانی اور حوصلہ افزائی سے خاص دلچسپی تھی اطراف و اکناف ہند سے
 علماء و فضلاء اور شرفاء کو دعوت دے دے کر بلا رہے تھے اور ہر شخص کو اس کی
 قابلیت اور مرتبہ و منزلت کے لحاظ سے خدمات و مناصب عطا فرما کر اپنی علم پروری
 اور معارف نوازی کا ثبوت دے رہے تھے جس کی وجہ سے حیدرآباد اہل فضل و
 کمال کا اچھا خاصہ مرکز بن گیا تھا۔

حضرت عشق اپنی جوانی کا ایک معتد بہ حصہ مدراس میں گزارنے کے بعد
 تلاش روزگار میں میسور چلے گئے۔ اور وہاں محکمہ مال میں انہیں ایک معقول خدمت
 مل گئی۔ چونکہ اکثر اعزہ و احباب حیدرآباد چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کا دل میسور
 میں نہ لگا۔ چند سال وہاں رہنے کے بعد وہ اکتا کر بلکہ چلے آئے۔ غالباً حیدرآباد
 میں ان کا ورود ۱۸۹۲ء بھری کے بعد کا واقعہ ہے۔

کیونکہ حدیقتہ المرام میں جو سن مذکور میں طبع ہوئی ہے۔ مہدی و اصفت نے میسور
 میں ان کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت ان کی عمر (۴۰) سال سے متجاوز
 ہو چکی تھی۔

تذکرہ گلزار اعظم ۱۲۶۹ء میں تصنیف ہوا ہے اس میں جو حالات درج ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے اس وقت حضرت عشق مدراس میں مقیم تھے۔ غالباً اس کے بعد ہی وہ میسور گئے ہیں۔ اس لحاظ سے میسور کا زمانہ قیام آٹھ نو سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔

یہاں آنے کے بعد نواب سالار جنگ اول نے ان کے فضل و کمال کی قدر دانی فرمائی اور انہیں دفتر دیوانی میں سررشتہ داری کی خدمت تفویض ہوئی اس کے بعد جب نواب درخانہ کے نام سے ایک عجائب خانہ قائم ہوا تو وہ اس کے مہتمم بنائے گئے جب نواب درخانہ بے ضرورت سمجھ کر برخواست کیا گیا۔ تو حضرت عشق کو پوری تنخواہ کا وظیفہ کر دیا گیا کہ ان کے علاج معالجہ سے مخلوق حند اکو بہت فیض پہنچتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی ان سے علاقہ دیوانی کے بعض امراء کے علاج معالجہ کا کام لیا جاتا تھا۔

حیدر آباد آنے کے بعد ان کا زیادہ تر مشغلہ علاج معالجہ اور درس و تدریس اور شعر و شاعری تھا۔ شطرنج بھی بہت شوق سے کھیلتے تھے اور یہ شوق بھی کچھ شاعری کی طرح وراثتاً ملا تھا۔ کیوں کہ ان کے دادا عارف الدین خان رونق کی نسبت بھی سنا گیا ہے کہ ان کو بھی شطرنج کا بہت شوق تھا۔

غالباً اپنی اس بیکاری کی جانب ہی انہوں نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا۔

دبدم حسرت ہر کار بمن میگوید
کہ ز بیکاری خود عشق چہا نتواں کرد

اپنے ایک دوسرے شعر میں کہتے ہیں۔

فرصت نشد کہ شکوہ ز کم فرصتی کنم
بیکار بیکہ می گزرد و روزگار من

اتفاق سے ان دنوں حیدرآباد میں اچھے اچھے سخن گو اور سخندان اصحاب جمع ہو گئے تھے۔

مثلاً منشی حبیب اللہ ذکا۔ امیر اللہ صاحب اقلیدر سالک وغیرہم۔ اس مجمعِ اہل کمال میں ہمیشہ شعرو سخن کے چرچے رہتے اور مشاعرہ کی مجلسیں گرم ہوتیں حضرت عشق اکثر ان مشاعروں میں شریک ہوتے تھے یہ دیوان زیادہ تر اسی زمانہ کی غزلیات پر مشتمل ہے ان کے زمانہ جوانی کا کلام ضائع ہو گیا۔ اگر ان کے تمام افکار کو جمع کیا جاتا تو کئی ضخیم دیوان ہوتے ان کی پرگوئی۔ مشہور تھی جب شعر کہنے پر آتے تو سیکڑوں شعر کہتے چلے جاتے تھے۔ والد مرحوم اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اس جگہ کثرت فرماتے تھے کہ ہم لوگ ان کے اشعار کو قلم بند نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی تصدیق گلزارِ اعظم سے بھی ہوتی ہے جس میں لکھا ہے

”غزلِ قصیدہ بکمال سرعت می بنگارد“

اس دیوان میں جو غزلیات ہیں ان سے بھی ان کی پرگوئی اور روانی طبع کا کافی پتہ چلتا ہے چنانچہ ایک ہی بحر و ردیف میں آٹھ آٹھ دس دس غزلیں ملتی ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کا کوئی قصیدہ ہم دست نہیں ہوا۔ قصیدہ کے میدان میں ان کے زورِ طبیعت کا اور زیادہ اندازہ ہو سکتا تھا اپنی پرگوئی اور زورِ موسیقی کی وجہ سے وہ اپنے مہمعصروں میں خاصا تیار رکھتے تھے اور اکثر امتحانی مواقع پر اپنی اس خداداد قابلیت کی وجہ سے کامیاب رہے اور اپنے ساتھیوں پرگوئے سبقت لے گئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

یاد آں زماں کہ عشقِ بیدان امتحان

از ہر کہ بود گوئے سخن مار بودہ ایم

مولوی عبد الواحد صاحب فرزند مولوی عبد العلی صاحب والدہ کو اپنے بزرگوں کے آثار جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ صاحبِ دیوان ان کے تالیف ہوتے تھے اور ان سے تلمذ بھی تھا۔ ان کو ان کے کلام کے جمع کرنے کا خیال ہوا۔ لیکن حضرت عشق کے پاس سوائے چند مسودہ غزلیات کے

جو متفرق پُزروں پر رکھے گئے تھے۔ کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔ نواب اسد علی خاں صاحب جو حضرت عشق کے قدیم دوست تھے۔ ان کے پاس بھی کچھ کلام موجود تھا جس کو حضرت موصوف نے ان سے حاصل کر کے مولوی عبدالواجد صاحب کے حوالہ کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے حضرت عشق کے زمانہ میں ہی ان کی اردو غزلیات جس قدر مل سکیں ان کو صاف کر کے صاحب موصوف نے ایک مجموعہ ترتیب دے لیا تھا۔ جس کے دیباچہ میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عشق کے ایما سے انہوں نے اس کا نام ”تو افدہ عشق“ رکھا ہے لیکن فارسی کلام بجز چند غزلیات کے صاف نہوسکا اور بہت سے پرزے مسودہ کی حالت ہی میں پڑے رہے اور ان کے مرتب اور ایک جگہ فراہم کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ حالانکہ ان کا فارسی کلام ہی زیادہ اعتناء کا مستحق تھا کیوں کہ وہ درحقیقت فارسی کے شاعر تھے۔ اردو میں وہ بطور تفسیر طبع کے شعر کہا کرتے تھے۔ دو تعلق ان کے دادا ان کو اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں فکر شعر کرتے ہوئے دیکھ کر منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی ایک زبان کو اختیار کرو کیوں کہ یکا یکا ہوتا ہے۔

الغرض مولوی عبدالواجد صاحب کے انتقال کے بعد یہ ذخیرہ میرے حوالہ ہوا۔ میرے پاس بھی تقریباً ۱۴-۱۵ برس پڑا رہا۔ اصلاً ع کے قیام اور عدالتی کام کے انہماک کی وجہ سے مجھے اس کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ سچ پوچھئے تو کل امر مرہون باد قاتلہ“ چند دن پہلے جب میں اپنے پاس کے فلمی مسودات کو دیکھ رہا تھا تو یہ مجموعہ پریشان بھی میری نظر سے گزرا اور مجھے خیال ہوا کہ کیف ما اتفق اس کو مرتب کر کے شائع کر دینا چاہئے تاکہ حضرت عشق کی یادگار باقی رہے اور شعرائے دکن کے تذکرہ پڑھنے والے کو اگر ان کے کلام کے دیکھنے کا خیال ہو اور وہ اس کی نسبت بطور خود آزا دانہ کوئی رائے قائم کرنا چاہے تو کچھ نہ کچھ مواد مل سکے۔ تذکروں میں جو محدودے چند انتخابی اشعار لکھے جاتے ہیں۔ وہ درحقیقت تذکرہ نویس کے ذوق انتخاب کے رہین منت ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق کلام کا انتخاب کرتا ہے۔

جس سے کوئی صحیح اور مستقل رائے کسی شخص کے کلام کی نسبت نہیں قائم کیا جاسکتی۔
 غالباً طبیعت کی بے پردائی نے خود حضرت کو کبھی اپنے کلام کے جمع کرنے کی جانب متوجہ
 نہیں ہونے دیا اور اس بے پردائی اور بے توجہی کا نتیجہ تھا کہ اکثر کلام منتشر اور ضائع ہو گیا
 چنانچہ خود ایک جگہ کہتے ہیں۔

ناقد ردان جاں بنود کس چو من کہ من
 جنس گراں بہائے سخن را ییگاں کنم
 مدرس کے شعرا میں دو مکتب خیال کے شعرا تھے ایک تو وہ جو خیال بندوں کے پیر
 اور وقت پسندی اور خیال آفرینی کو منتہا سے کمال سمجھتے تھے۔ اور دوسرے وہ جو معنوی خوبیوں
 کے ساتھ زبان اور لطف بیان اور صاف گوئی کو ضروری خیال کرتے تھے۔ رونق اور مہدی
 و اصف موخر اندر گروہ کے ہنرمند تھے اور چونکہ حضرت عشق کی تعلیم و تربیت زیادہ تر اپنے
 والد کے سایہ عاطفت میں ہوئی تھی اس لئے ان کے کلام میں زبان اور محاورہ کی چاشنی
 زیادہ ہے اور کلام میں پرگوئی کی وجہ سے صفائی اور روانی کا دریا موجیں مارتا ہوا نظر آتا
 ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

عشق است و کنوں گاہ گہے ناں سردے
 کو لطف بیان شہ شداں طبع روانش
 باوجود اس کے وہ متاخرین کے خیال بندانہ طرز سخن گوئی سے نہ بچ سکے اس دیوان
 میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جو باوجود سادگی اور صفائی بیان کے مضمون و معنی کے
 لحاظ سے وقت پسندی اور خیال آفرینی کا اچھا خاصہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ اس کی جانب وہ
 خود اپنے ان اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں۔

ز عجز فہم چه اعجاز ہاست یا راں را
 کہ بستہ اند لب سحر آفرین مرا
 اگر چه آب بود از صفائے گوہر خوش
 تو نقش سنگ بدایں شعر لیشن مرا

سخن عشق بود سرگمو
کہ زباں برہنہ گوشت مرا

خون کردہ ام بسینہ دل درد ہاں بہا
زیں گوشت عشق میں کہ چہ نگیں بیان کنم
گردم ہلاک فہم رسائے معاصران
دانستہ خویش را نہ اگر نیز باں کنم
ایک اور شعر میں اور زیادہ صاف طریقہ پر اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔

مستمع گزشتہ ہر وادے چوں قیس باش
لیلیٰ گفتار را چہند محل کردہ اند

یعنی ہماری بات کو سمجھنے کے لئے سننے والے کو چاہئے کہ وہ قیس عامری کی طرح
مختلف وادیوں میں (مضمون و معنی کی) سرگردانی کرے۔ کیوں کہ ہماری لیلائے گفتار کے
کئی ایک محل ہیں۔ جب تک ان سب میں تلاش جستجو نہ کر لی جائے وہ نظر نہیں آسکتی اس شعر
میں معنی آفرینی اور دقت پسندی کو نہایت لطیف تمثیل میں ظاہر کیا ہے۔ محل کا لفظ بہت لطیف
واقع ہوا ہے کہ کلام کے محل کی جانب بھی ایہام ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک کلام کے کئی محل
ہوتے ہیں۔ جب تک سامع کی نظر ان تمام محلوں پر نہ رہے وہ اس کی وسعت و عمومیت کو کماتھا
نہیں سمجھ سکتا۔

حضرت عشق کی وفات ۵ ربیع الاول ۸۳۰ھ میں ۶۴ برس کی عمر میں ہوئی۔ اور قبرستان
گلہ باغ واقع محلہ ترپ بازار بلدہ حیدرآباد میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت عشق کی پہلی بیوی
خواجہ غلام حیدر ولد خواجہ مقصود علی خاں کی بیٹی اور سید عبدالقادر شہید ولد سید نظام الدین
بیجا پوری میرنشی و کاتب والا جاہ کی نواسی تھیں۔ خواجہ مقصود علی خاں و ننگہ گیری کے نو قلعوں کے
قلعہ دار تھے اور ٹیپو سلطان کے ہنگامہ میں شہید ہوئے پہلی بیوی کے بطن سے مولوی عبدالحی صاحب
وصف۔ ملا عبد القیوم مرحوم احقر کے والد اور عبد الغنی صاحب اور دولہا کیاں ہوئیں اور دوسری بیوی سے
عبد السلام صاحب اور ایک لڑکی ہوئی جن میں سے ابہ کوئی بقید حیات نہیں ہیں۔

حلیہ و لباس

حضرت کا حلیہ حضرت کے نمبر مولوی عبد الرّب صاحبِ مظلّمہ سے اس طرح منقول ہے:-
 رنگ سرخ و سپید۔ ہونٹ نیلے۔ پیشانی بلند و بالا، ناک ستوان۔ قد متوسط سے کسی قدر نکلتا ہوا
 کاسہ سرخیم، خیف الجشہ۔ گرد دار بھی۔ شاہا پہنتے اور عمامہ باندھتے تھے حضرت کے پایاں
 کے حالات کے متعلق اثنائے طبع دیوان میں مولوی عبد الرّب صاحبِ مظلّمہ نے میری استدعا پر
 جو تحریر روانہ کی تھی۔ اس سے ان کی خانگی زندگی اور اخلاق و عادات پر کافی روشنی پڑتی ہے
 اس لئے اس کا ضروری اقتباس بحسنہ علیحدہ درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تذکروں
 میں جو کچھ حالات اور اشعار ملے وہ بھی نقل کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم ان کے حیند
 انتخابی اشعار کو جو ترتیب دیوان کے وقت نظر سے گزرے درج کرتے ہیں ان میں سے
 بعض اشعار کی بر موقع ضروری تشریح بھی کر دی جائے گی۔ اور محاسن اشعار کی جانب
 بھی کہیں کہیں اشارات کر دئے جائیں گے۔

مختار اشعار

صَبَبُ
 زگر و کلفتِ غم نیت ہیں حسین مرا کہ برشید بر و صبر آستین مرا
 شوق
 بغیر سجدہ شوق ازاں نرِ زرد پیچ ہزار بار نشانداگر حسین مرا
 عاشقانہ
 ز دستِ رفته دل پارہ پارہ ام بگر بحلقہ حلقہ زلفت نگین نگین مرا
 چہ گویمت کہ براہ وفا چساں رستم دلم گرفتہ بسیار و جگر میسن مرا

اس شعر کے مصرع ثانی نے شعر میں ایک خاص شان اور کیفیت پیدا کر دی ہے کہتے ہیں کہ راہِ وفا کو میں نے اس طرح طے کیا ہے کہ جگر میرے دہنے بازو کو اور دل بائیں بازو کو تھامے ہوئے تھا۔ شعرا کے پاس تمام مصائب دل و جگر پر دار و ہوتے ہیں اور انہی کی مدد اور طاقت برداشت پر راہِ محبت کا طے کرنا موقوف رہتا ہے شاعرانہ تخیل نے ان کو دو اشخاص مددگار و معاون کی حیثیت دیدی جو دہنے اور بائیں شاعر کو تھامے ہوئے اس سے راہِ محبت طے کر رہے ہیں اس میں لطف یہ ہے کہ جسم انسانی میں دل اور جگر کے مقام کے لحاظ سے سینے و پیٹ کے الفاظ بہت موزوں واقع ہوئے ہیں۔ یہ شعر حسن تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

و فو ر گریہ

بیدہ اش چو قریں کردہ ام ہی منیم کہ تار از رگ ابرت آستین مرا
توصیف

نگر بزل ف و رخ و قد و آں تن نازک بہار نبل و گل و سر و یاسمین مرا
جدائی

بعد از نیم کن از خوشن اے یار جدا بودہ آہ جدا از من و بسیار جدا

اظہار اشتیاق

پرودہ بردار و بسیار حرف نزن میکشدم شوق دیدار جدا حسرت گفتم جدا
ان دونوں اشعار کا تعزل اور لطف زبان بطور خاص قابل ملاحظہ ہے۔

توحید و تصوف

اے مہر خت مطلع انوار یقین ہا وے سلسلہ زلف تو شیرازہ دین ہا
اے آئینہ سجدہ شوق تو حسین ہا وے دیدہ مردم بہت خاک نشین ہا

عاشقستانہ

اے شادی عشاق کجائی خیر نہایت در گریہ زار رند ز درد تو حزیں ہا

مثل تو زخوبان شنیدیم تدید ہم بسیار بدیدیم و شنیدیم از میں ہا
حسن است کہ کارنگہ از گوش بگسود سرگشتہ بہر سوئے ز تو گوشہ نشین ہا

یہ پوری غزل مرصع لکھی ہے۔ آخری شعر میں ایک نیا مضمون باندھا ہے۔

کہتے ہیں کہ حسن کے کرشمہ ایسے ہیں کہ ”ننگاہ“ کا کام ”گوش“ سے لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کسی کو نظر نہیں آیا لیکن اس کے اوصاف کو سن کر بہت سے گوشہ نشین سرگشتہ اور دیوانہ ہو گئے۔ جو بات دیکھ کر پیدا ہونی چاہئے تھی وہ محض سن کر پیدا ہو گئی ”گوش“ اور ”گوشہ“ میں صنعت پنجیس بھی ہے۔ گوشہ نشین سے زاہدان خلوت نشین کی طرف اشارہ ہے شعریا بہ نسبت مجاز کے حقیقت کا پہلو غالب ہے۔

عاشقستانہ

وادم دل صد چاک را بے بہرہ از ادراک را آن نگرے بے باک را آن غمہ منفاک را

در ہا شادی جان من نگر مراد پرین دار و بدست خوشتر زان صبح ہم کچا

مطلب یہ ہے کہ میرے چاک ہائے گریبان میں خوشی و شادمانی کا سامان پوشیدہ ہے یہ گویا فرحت و مسرت کے دروازے ہیں۔ چنانچہ صبح نے بھی ایسے ہی ایک چاک کو حاصل کر کے مسرت و انبساط کا سامان فراہم کیا ہے۔ پوچھنے کو شعر اچاک گریباں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ شب ہجران کے مصائب کا خاتمہ صبح نمودار ہونے پر ہوتا ہے۔

عاشقستانہ

نازم خندنگہ شوخ سدا رہند را کہ سینہ ڈور کرد دل درمند را

تا کامیاب چشم ز برق جمال اوست سوز و سپند اشک علاج گزند را

عاشقانہ

بنگر بلاق ابرویش جان من قیاب را قندیل دل سوزے کر روشن میکند مچرا
پیش بصیرت سرسبز فرق نگاہ و آہنیت تا دیدہ مشتاق کردی ہر دل قیاب را
نیا مضمون اور نئی تشبیہ ہے نگاہ کا قلعن آنکھ سے اور آہ کا دل سے ہے چونکہ دل قیاب
دیدہ مشتاق بن گیا ہے اس لئے کہتے ہیں آنکھوں میں نگاہیں نہیں ہیں بلکہ دل قیاب کی
آہیں ہیں۔ اس طرح درحقیقت نگاہ و آہ میں کوئی فرق نہیں رہا۔

عاشقانہ

کہ موج دریا گشتہ ام مادم گہے گرداب را بسیار کردم جستجو آں کو ہر نایاب را
سیرم نبار زد شر تبے سوز دہاں لب تشنگی کہ نعل جاں بخش کسے خواہم کشیدن آب را
گر صدامت می کنی اترنا سکايت شنوی بر ساز بے آواز مالے جاں مرن مضراب را
عقل بک عترت عا جز بشد و جوش عشق آ رہے خسے گیر دغاں چوں تندر و سیلاب را
مذکورۃ الصدر تمام اشعار لطیف و نازک تشبیہ سے مملو ہیں۔ عام طور پر ان کے ہاں
تشبیہ و استعارہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔

تصوف

در ضمیرم چو حسرا و نیت مرا نفسے نیست کہ ہنویت مرا

عاشقانہ

پائے آں سرورِ داں چوں بوم لب بکام لب جو نیت مرا

اخلاق

فرصتم نیت ز شکر تے دوست کہ شکایت ز عذر نیت مرا

عاشقانہ

منہ می کند خورشید روشن چشم دیدن را حدیث او نماید پر گہ گوش شنیدن را

من بیدست دپاتا کے نیام ہم گل چاکے
چنوں دستے عطا کن جببے اما نم دریدن
دل افکار محو خارا و ہی باشد
چہ لذت می دہد شوخی تر گانش خلیدن
حجاب جلوہ جاناں ز آن سودہ کجاست
دو چشم خود تصور کردہ ام دیدن نہ دیدن
ز بس فریاد و مہم از دل بے مدعا و دم
چہ رنج از من شنیدن را چہ زحمت نیشن
ایسر و نیفتد هیچ کہ در بند آزادی
کہ دارد در گرہ ہر حلقہ دہش رہیدن

تو اتم عشق پر کردن کنوں داماں صد حسرت

کہ خرمن کردہ ام زیں بلغ گلہائے پچیدن را

خیال بندانہ شعر ہے۔ ایک سلیبی مضمون کو اثباتی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

عاشقانہ

برقع کسے ندیدمہ و آفتاب را
بردار اے نگار ز رویت نقاب را
مست نظارہ تو مئے نور می کشد
خوش طالعے کہ کرد قح آفتاب را
بالکل نئی تشبیہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ تجھ کو نظارہ کرنے والا گویا شراب نور پی کر مست ہو گیا ہے
وہ اس خوش نصیب شخص کی مانند ہے جس نے آفتاب کو قدح بنا لیا ہو۔ آفتاب کو پیالہ سے
تشبیہ دیا جاتی ہے۔ معشوق کا چہرہ بھی مثل آفتاب ہوتا ہے اس کا نظارہ کرنا گویا آفتاب کو قدح
بنانا اور شراب نور پینا ہے۔ تشبیہ و تشبیہ نے اس شعر میں خاص لطف پیدا کر دیا ہے۔

تصوف

نرا از نور تو بنیم چو شد بیکار چشم من
ز پیش رو من ایں پردہ ہا سوائے بکشا
ز سودایت جہاں شد بار بر مردم سرت گوم
بکن یکہ جلوہ شوخی و بخت دیدہ را بکشا
اس شعر کو الفاظ مناسب کے اجتماع نے اعلیٰ مراتب بلاغت پر پہنچا دیا ہے مضمون کے
لحاظ سے بھی شعر نوادر افکار میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ اس میں قدرت کی اس فیاضی
کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی طلب میں بعض اوقات سارا جہان انسان پر تیرہ و تار بوجھا تا

کہ یکایک برقِ تجلی حکمتی اور تاریکی نور سے اور تکلیف و مصیبت راحت و سرور سے بدل جاتی ہے۔

عاشقانہ

تغافل بندہا بقرار ہی ہا من سما کے گریزاں صبر تا گرد درہ جو روح جفا بکش

اخلاق و تصوف

نگاہِ رحمت اور چارہ درد و دلم داند نسیم صبح را نقش چہ حاجت غنچہ ہا بکش

عاشقانہ

شرمندہ نیاز کنم ناز یار را تپا پر شے کند من زار و زار را
بے ثباتی دنیا

دائم بیانیہ پایہ ایں زندگی بود ایں سقف بے ستون نہ نذر اعتبارا

عاشقانہ

در سوزِ عشق بسکہ بود زندگی دل ز آتش جدا مساز دے ایں شرار را

زلف و روشِ نکر و دل زندا ہب بردار کافر زلف بشو جز خوش ایماں مطلب

زلف کو زندا ہب سے اور خسار کو ایماں سے تشبیہ دی ہے۔ زلف کا لازمہ پریشانی ہے اسی طرح زندا ہب کی کثرت اور فرقہ بندیاں انسان کے یقین کو متزلزل کر دیتی ہیں۔ اس لئے شاعر اس مایہ پریشانی و انقراق کو چھوڑ کر حصول ایماں کی جانب متوجہ ہونے کا مشورہ دیتا ہے اس وسیع مضمون کو "کافر زلف بشو" اور "جز خوش ایماں مطلب" جیسے مختصر جملوں میں ادا کیا ہے۔

عاشقانہ

در میاں نیت کنوں چوں سخن بوسن کنار دل خواہ از من ناکام و دگر جاں مطلب

عاشقانہ

نہ تباہی بدل دارم نہ رلب شیونِ امشب کہ زلفِ درمیش اندوہن برہم زنتِ امشب
 کجا گنجِ زبیری بد امانِ سحرِ آہنر گلِ عیش و سرور من کہ خرمینِ خرمینِ امشب
 گرفت از من کنارِ آں بحرِ خوبیِ نشنہ می بودم مقرر بود گوئی از پئے بوس و کنارِ امشب
 چہ خوش خوابیکہ بخت من بہ بیداری ہی بند کہ صیادِ دلِ عالم مرا باشد شکارِ امشب

اخلاق

کن دُور گرد و حرصِ چو باشی صفا طلب گری کشی چراغِ دلِ خود ہو اطلب
 بہت اچھی تشبیہ و تشیل ہے۔ فرماتے ہیں اگر دل کی صفائی حاصل کرنی ہو تو حرص کے
 گرد و غبار کو دور کر دو اور اگر مقصود نہیں ہے بلکہ اپنے دل کے چراغ کو بجھا دینا ہی
 چاہتے ہو تو حرص و ہوا کی پیروی کرو اس کے باعث چراغِ دل خود بجو و بجھ جائے گا
 ہوا کا لفظ ذہنی استعمال کیا ہے ہوا کا چراغ کو بجھا دینا بدیہی الثبوت ہے۔

اظہارِ مصیبت

بر سرِ قنادِ بارِ بلا استخوانِ تنگن ز بہارِ شرحِ آں زمنِ تیلِ طلب

تصوف

دنیا و آخرت طلبِ عامِ مردم است بیگانہ شوزِ خلق و مراد سے جدا طلب

عاشقانہ

عہد ہائے تو یادِ بادِ ترا آنچہ تو گفتہ مرا یاد است
 بند زلفش دراز دید و بخود دل گماں می برد کہ آزاد است
 یہ دونوں شعر سہل ممتنع ہیں۔ موزن الذکر شعر میں ایک وسیع مضمون کو چند مختصر
 الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ دل نے اس کی زلف کی بندہنوں کو دور از دہر

بجائے خودیہ گمان کر لیا ہے کہ وہ آزاد ہے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے پرندہ کے پاؤں میں جب لابی ڈوری باندھی جاتی ہے تو وہ خیال کرنے لگتا ہے کہ آزاد ہے اور اڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اس کو بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بدستور گرفتار ہے یہی حالت دل کی بھی ہے۔

عاشقانہ

روپوش منو یا رکہ در خوابِ خیالت صد بار بدیدیم و ترا بیچِ خبریت
بیچارہ من چشمِ زخمِ چہ تو اں کرد بقند مرا بر تو چو مردم چہ تو اں کرد
از گریہ مرا چارہ نباشد بفرات بے مہر بود جلوہٗ تجسم چہ تو اں کرد
اس شعر میں اشکوں کو انجم سے اور معشوق کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جس طرح آفتاب چھپ جاتا ہے تو تارے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح تیرے فراق میں بلا قصد و ارادہ میرے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

عاشقانہ

صد خواہش دل تا بلیم آمد و برگشت نے صبر نہ یارِ اکلم چہ تو اں کرد
بیزارِ انصاف چو شد یارِ سنگار خاموش نشینم نظم چہ تو اں کرد
جو راست و جفا شیوہ خوابِ دل آزا بالطبع جنیں ندجکم چہ تو اں کرد
آمد کہ برد دل ز ادب مہج نہ گفتم دستے کہ بدل دامن کش پیش دہن شد
نہایت لطیف پیرایہ بیان ہے مضمون یہ ہے کہ وہ جب دل لینے کے لئے آئے ہیں بوجہ ادب کچھ کہہ نہ سکا جو ہاتھ دل کو تھامے ہوئے تھا۔ اس نے میرے منہ کو بند کر دیا۔ اضطراب اور مجبوری کی کیفیت کو اس سے بہتر طریقہ پر نہیں بیان کیا جاسکتا
باشد بدم آچہ مرا و در زبان است در شکل زبان لخت دل من بین
زبان اور دل کی موافقت کی یہ ایک بہترین تمثیل ہے

عاشقانہ

می تو آن سان فو کردن ل صد چاک را زان نگہ گر رشته و سوزن ز ترنگان میر
نهایت بدیع تشبیہ ہے اور پھر معاً واقعہ کے مطابق بھی ہے۔

نصوف و اخلاق

کشتی امید را صد رخنہ بیمت و باز بر کنارِ عفو تو از بحرِ عصیاں می رسد
کہتے ہیں کہ امید کی کشتی میں اگرچہ خوف سے کئی رخنہ پڑ گئے ہیں لیکن گناہوں کا دریا
اس کو عفو کے کنارے پہنچا ہی دیتا ہے۔

عاشقانہ

گرمی ہنگامہ پروانہ یک سہر تو خند تا نگاہ شوق مارا شمع محفل کردہ
ساکاں را مایہ آرام شد سر گشتگی (نصوف) جادہ دشت طلب گوئی کہ منزل کردہ
عاشقانہ

باناں جہاں سوز بکوش گزرافتاد چو شمع مرا شعلہ رستق سفر افتاد
در بزم چو بر جام شہراجم نظر افتاد چشم تو بیا دآمد شہوم ز سر افتاد
عشقت ہمیں پیرو جواں را برفتاد این آتش تیز ست کہ دھجک زرقا
انگرمہ وزاری شب روز چہ حال در عشق کسے کا چہ باز روز زرقا
بر نامہ یک ز رویش زان لب شیریں شوریدہ دل من با امید و گرافتاد
جبران جمال تو ندانکہ در آن لف دل از نظرش یا کہ نظر بہتر افتاد

زین گو نہ مصیبت چو خانہ زاد باشد
در دہلے کہ دارم در اشتداد باشد
بر آتش درونم حرف تو باد باشد

نالاں بنا امید دی در ہجر او چہ بام
از صبر افراسے ہر خید چارہ جہنم
باضحہ ہنر ایات از روز و شب سوزم

سر مجھے زچہ و مانے لفافہ و نفہد دل
 میاں چنیداں پریشان شد کہ مطلب کیا گم شد
 مطلب یہ ہے کہ دل نے اس کی زلف کی پیچ و تاب کی تشریح کرنی چاہی
 لیکن اس کا بیان اس قدر پریشان ہو گیا کہ مطلب ہی درمیان سے گم ہو گیا۔ اس
 شعر کو حقیقت اور ظاہر دونوں پر محمول کیا جاسکتا ہے
 زبانِ شمع روشن جانِ من باشد زبانِ من
 زبانِ من اگر گم شد یقیناً اند جانِ گم شد
 زمینِ باقی ہمیں بود و گشت را جستجو کر دم
 کفِ خاکِ پریشان گشت و گشت استخوانِ گم شد
 بے رنگِ ملامت از سبک مغزاں ہی باشد
 تحمل بود گر مارا دریں بار گراں گم شد
 بیسے کم سمجھ لوگ موقع و محل کو نہیں دیکھتے۔ ملامت شروع کر دیتے ہیں ایسے وقت
 بردبار سے بردبار اشخاص بھی اپنے تحمل کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں یہ غزل نظیری کی
 مشہور غزل پر لکھی ہے۔ اس میں ایسے اشعار کا نکالنا ایک نچتہ مشق اور لطیف الطبع
 شاعری کا کام ہے۔

مراد دل غمیت پر داناہ دادند	ترسوزا و ترا پر داناہ دادند
دوائے دردِ من غربت شد آخر	کہ رحمتِ بیش از میں خانہ دادند
نشد کوتاہ و عمر آمد بپایاں	بیا دما عجب فسانہ دادند
بختِ حسنِ آب و داناہ دادند	فریت لے دل فرزا دادند
چہ می یومی ز حالِ عاشقاناش	دل و جاں در رہش مرزا دادند
دلِ کشتی بحر آشنائی	کہ سسکاں در کفِ بیکانہ دادند
ز حقِ مہربتاں خواہم کہ از دل	مرا ہم کعبہ ہم بت خانہ دادند
قرعہ فالِ من کنوں وہ چہ فلک بکام	نازِ مکن بیا نگویا کہ شدی تو نام زد
شکر گزارِ سماں چون شوند بیاں	حرفِ خامشی بہت با ہمہ کلام زد
مہرِ سپہر بے ثبات آئینہ دار آفتاب	صبح اگر نو اختا و بر خراک شام زد

پیک صبا جز آہ سرد از تو حکایت نہ کرد
آتش ناز در دلم آہ ازیں پیام نہ
لے کہ با من نامزد گشتی بعام ہوشدار
تا نگودی در جہاں بد نام و رسوائے دگر
چوں شود انجام کار عشق یا رسنگدل
من یکے بے صبر و دل ہم تا کی کیا ہے دگر
گل بجائے خار و ٹہیل زار باشد دھن
رفت اور بہر تماشا شد تماشا ہے دگر
راہ او مشکل گزار و من ہمیں سرگرم شوق
یا نہا دم رفت طاقت چوں نہم پا دگر
یارب ترجمے بدل سخت یا بخشش
یا صبر وافرے من بمقرر بخشش
درد می غصہ صاف طوبہ ہرچہ میدی
ساقی ز دست تست مرا خوشگو بخشش

یہ اشعار لطیف و سلاست اور لطف زبان کے خاص طور پر قابل ملاحظہ ہیں
از پائے نگذشت مرا شوق رفت
بے سایہ خدایا نشود سرور دانش
معراج من دل شدہ اے چرخ ہمیت
رفتم اگر از پائے بغیتم بزبان
نہایت بیخ شعر کہا ہے - شاعر آسمان کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ میرے لئے بھی معراج
کافی ہے کہ میں اس کی محبت کی راہ میں اس طرح لاکھڑا کر دوں کہ میرا ذکر اس کی
زبان پر آجائے۔

چرخ کا لفظ اور رازِ پادشاہان اور زبانِ افتادان کا تقابل اور اس معراج
کے مضمون کا استنباط نزاکت خیال اور بلاغت کی اعلیٰ مثال ہے۔

زخم چو کند شکوہ لب شنگی از تو
از تیر دگر باز تو انست و ہاش
یہ شعر بھی تغزل کا بہترین نمونہ ہے کہتے ہیں کہ اگر میرا زخم تجھ سے لب شنگی کی شکایت
کرے تو اس کا علاج بہت آسان ہے - ایک تیر اور لٹکا کر اس کا منہ بند کر دے
شاعر نے مشق و ستم میں معشوق کی کوتاہ دستی اور اپنے حلیں لذت آزار ہونے
کو نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

آخر چو گویت کہ چہ بزن رود و چہ
ہرگز نگشتہ ام چو دہم ندیم خوش

کہتے ہیں کہ ہجر میں جو کچھ مجھ پر گزری اس کو کیونکر بیان کر سکتا ہوں جب کہ مجھے ایک لمحہ بھی اس کی فرصت نہیں ملی کہ میں اپنی حالت پر غور کرتا اور اس کو سمجھ سکتا۔ اس وسیع مضمون کو ندیم خویش "دو مختصر نغطوں میں" ادا کیا ہے۔

عین یقین زردے تو مارا نصیب تاکہ بسر بریم با امید و بیم خویش
اس شعر میں مجاز سے زیادہ حقیقت کا پہلو غالب ہے۔ کہتے ہیں۔ تو نے اپنے رُخ تاباں کا جلوہ دکھا کر ہم کو عین یقین کے رتبہ پر ابھی تک نہیں پہنچایا ہے آخر تک ہم اس امید و بیم کی حالت میں بسر کریں۔ ایمان خوف ورجا کی درمیانی حالت کا نام ہے۔ لیکن سالک اس حالت پر قانع اور اس مقام پر ٹھہرے رہنا نہیں چاہتا بلکہ عین یقین کے درجہ پر پہنچنا اور "لو کشف العطاء لما ازدادت یقیناً" کی کیفیت حاصل کرنے کے لئے پھین رہتا ہے۔

اے عشق دیدہ کہ جہانی نمودہ ام

حیران تندرستی فکر سقیم خویش

شب زلفش کہ ہر دم بادِ حشیم جلوہ اندوش سرخو رشید من آمد فرو در ظل مدوش
لبعلش کہ خط سبز دارد مشک آلودش نغاں زیر آتش خاموش عالم سوزِ دردوش
بدل گرد غم دوراں بلائے بودائے ساقی ز لطف توئے روشن از یں ایمنہ بردوش
رخس در سادگی سوز دل و جاں امیدم چہ خواہد کرد این آتش نمایاں چو شمع و دوش
تا شیر گرم آہ سحر آزمودہ ایم تا پردہ ز آفتاب رخ او کشود ایم
داریم حشیم عفو خطائے چورقہ است با خود نہ بودہ ایم اگر با تو بودہ ایم
نازم بضعف خویش کہ اندر ہوائے عشق پرواز ہا بسوئے تو بے بال و پر کنم
تم کے در آرزوئے تو یک دم نظر کنم بگزارتا بروئے تو یک دم نظر کنم
از سوز دل چو قصہ شوق تو سر کنم در خامہ بجائے حوف سرا سر شر کنم

حُسنِ چوں عشقِ چو در بندِ حیا می بینم
چشمِ هر حلقه که در زلفِ رسامی بینم
کس ندیدست و مبادا که بر بندِ گاهِ

آسوده نگر دم نه ز زلفِ تارِ شبنم
انگشتِ نامیکندم مشعلِ آهَم
عیشِ دگر ایں را بچشم از چو منقض
گشتم فبا رخِ طریوسف جمالِ خوش
لطف و غضب بود کلِ رعنائی باغِ حُسن
گر چشمِ یار می کند ادا گردنش
در گردِ راه منزلِ مقصودِ گمشدست

چشمِ جانان و لبِ خویش نه دایم
در تماشا سائے رختِ رو بقفایِ نیم
آنچه از دیده مشتاقِ شمایِ نیم

تا آنکه بخویش آیم و بایا ریشتم
گر بر ره تو هم به شبِ تارِ شبنم
هر جا که روم با دل افکارِ شبنم
گردے نیم که پیرویِ کار و ایں کنم
نظاره بهارِ خوش ایں و آں کنم
ایدل تلافیِ ستمِ آسمانِ کنم
یارِ بچه فکر غارتِ ایں کار و ایں کنم

غیرت و رشک

از رشکِ نقشِ پائے چو پرداغ شد دم
چندان طپم که راه ترا بے نشان کنم

عاشقانه

گوش کن من بخود ایں حرفِ شنیدنم
باد در کوچه آں زلف و زینِ ندیم
بشتِ آں دستِ نگارِ نقشِ گزیدنِ ندیم

کس را نماند هیچ دگر اعتبارِ من
من نیز هم برائے تو باشم بکارِ من
از من کنار گیر و بیا در کنارِ من
بشکتِ چشمِ او بنگاسه نمازِ من
چندان بکشد دم که برتم ز خاطرش (ضعف و توان)

ایکے گفتی که منتِ رُوسے بدیدنِ ندیم
تا پرشیاں نشود بوئے هوا دارِ من
گو بیا لائے بخونِ دلِ من بچو خوش

برو عده تو بود چو دار و مدارِ من
از بهرین چنانکه تو هستی بکارِ خویش
با قربِ معنوی چه بود بعدِ ظاهری
عمریت گر چه ست مے هوشِ بودام
چندان بکشد دم که برتم ز خاطرش

امید استوار من و عہد است او
بر خود گذاشتند سر اسرمدار من
امید داری

در عرض آرزو نہ کنم عشق کو ہستی
باشد شود قبول یکے از ہزار من
تا شیر شعر کی وجہ

آویزہ گوش دل جاں شعر تر من
کز بجز ہم عشق تو خیر و گہر من
شیات و استقلال

با این ہمہ وارستگی از جائے ز فتم
کوئی کہ مقام ست بمنزل سفر من
محبت کی مالکیری

مہراز دل اور فت و گرفت ست بعالم
از شک در آئینہ بیامد شر من
نا کامی

از نیم نگاہے نکشادی گرہ دل
بر بستہ تشد آرزوے این قدر من
تحیل

عمرے ست غم سر کہ گرفت ست رخوئی
باشد بگریبان خیال تو سر من
تا شیر عشق

عشقش چہ آرد ادہ زبان و سخن را
آں شعلہ من باشد و ایں شد شر من
بنگر کہ رخ خوب تو دیدن نتوانم
چوں دست ز یابم بفتانہ نظر من
ہرگز نہ رسد با ہمہ جہد یکے کہ نمودم
بر پائے چو سیم تو رخ ہجوز من
دایم بہ تماشائے گلستان خلیل است
از داغ جفائے تو دل دہدہ ورن
سرگشتہ دور فلک شعبہ با زم
آغاز سے و انجام نہ دار و سفر من
مانند چراغیکہ بسوزند ز آتش
شمع رہ شوق تو بود چشم تر من
در منزل دیوانگی و دشت خود ہم
جز من نبود هیچ کس را ہر من

جزا ختر تابندہ بختم کہ مناید
یک رنگی آئینہ ز شام و سحر من
از جزبہ خاک رہ الفت چہ گویم
پس تر بفتد ہر قدم پیشتر من
بر گشتم آخر شکند نخوت و نازش
در دست شکست ہمانا ظفر من
بیچیدہ بود عشق رہ قطع تعلق
کو را ہرنے تابشود راہبر من
گرہ بازلف او چوں رشتہ جہاں مٹیوں کون
بدل جمعی خیالات پریشاں مٹیوں کون
مطلب یہ ہے کہ اس کی زلف سے وہی نعلی ہے جو جسم کو جان کے ساتھ ہے اگرچہ
تہ تکلیف و پریشانی سے خالی نہیں لیکن انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ کبھی
کی حالت میں بھی پریشاں خیالی سے باز نہیں رہتا۔ اور اس کو چین سے بیٹھنے میں مزا
نہیں آتا۔

جسٹوں بند نقاب یا رخداں مٹیوں کون
چہ در ہا و از یک چاک گریاں مٹیوں کون
یعنی بند نقاب یا رکی گرہ اگر کھل سکتی ہے تو دست جنوں ہی سے کھل سکتی ہے
اور اس کو اس کے خنداں ہونے سے تعبیر کیا ہے۔ کیوں کہ مجنوں کو دیکھ کر ہنسی اڑائی
جاتی ہے کہتے ہیں کہ ایک چاک گریاں سے جو دست جنوں کا رہین منت ہے۔ کیسے
کیسے فتوحات حاصل ہوئے۔ اور کتنے خوشی و مسرت کے دروازے کھل گئے ہیں۔
نظر زنجیر دل۔ در گوشہ چشم تو زندانش
ازیں بہ بے سرو پا را چہ ماں مٹیوں کون
دل جیسے بے سرو پا مجنوں و لاعقل کے لئے اس سے بہتر اور سامان کیا کیا
جا سکتا ہے کہ تیری نظر کو اس کی زنجیر اور تیرے گوشہ چشم کو اس کا قید خانہ بنایا جائے۔
باغ سینہ پر داغ چشم خون نشاں ریزد
شر رہائے کہ از شبنم بہتباں مٹیوں کون
تشبیہ کے لحاظ سے نہایت بدیع شعر کہا ہے۔ سینہ پر داغ کو باغ سے آنکھ
کی خون نشانی کو شبنم سے۔ اور شبنم کو شراروں سے تشبیہ دے کر یہ مضمون پیدا کیا ہے
کہ جو کام شبنم کے شرار سے باغ میں کرتے ہیں۔ یعنی رنگ برنگ کے پھول کھلاتے ہیں۔

وہی کام میری آنکھوں کی خوفناکی میرے سینوں کے داغوں کے لئے کرتی ہے۔

نمایہ گریہ مانیز گریز نگ تاثیر سے
گل صد کام درد اماں حراں متیواں کرنا
پیشانی

دلازیں شکوہ بیداد و سر یا د جفا بگز
پیشماں گرشوی اور اپشماں متیواں کرنا
راہ گرم ماسوز دل خود آن بت کافر
بلے اس شعلہ را در سنگ پینہاں متیواں کرنا

عاشقستانہ

بہوئے آہ سردم دل بے نواشت
چرخ خوش ست غنچہ کو برہمباششت
جس رہ ادب ہا بسترانہ خموشی
گرہے شد فغان و بگوئے باشت
پئے دیدم بیازد و گو کہ آفتاب ست
تو سوار شو کہ او ہم شود از جاششت
بخشاز بند بندش گرہے ز کار مایتر
کہ تکلف تو دل تنگ ہمہ در قاششت
شدہ طیب لہا نظرے عشق حیراں
کہ بدرد بید و از اں لہ جانفراششت
تغزل کے لحاظ سے یہ غزل بہترین کہی جاسکتی ہے۔

عاشقستانہ

تام خواہش دل را بیک ادا کر دی
چلو میت کہ چہ بر جان مبتلا کر دی
دوائے عشق وصال و ندیدنت پرہیز
تو ز ہر حیر چشاندی مرا خطا کر دی
ہنوز کشمہ بیداد و خنجر نازم
تدار کے گنمت گفتی و کجا کر دی
پرزور نا توانی کو آب ارغوانی
باز آیدم جوانی ساتی چو مہربانی

بیسربانی

مقصود ہا نہانی انکار ہا عیانی
مایم و نیز بانی یا رست و خوش بانی
من جن ظن فرودم در خدمت تو کم کم
آخر یقین شد اینم بیاریدگی سانی

از گریہ خاک بر سرِ ایں اُبرو کنی خوش باشد آبتِ تازہ رواں گریہ کنی
 کشائے دیدہ جز بہ رخِ دوستِ زیرِ بہار ایں چاک را بسوزنِ شرکاں رفو کنی
 ذیل میں ان کے چند منتخب اردو اشعار بھی درج کئے جاتے ہیں تاکہ اردو میں
 ان کی طرزِ سخن گوئی اور طبیعت کی جولانی کا اور اس زمانہ کی زبان کا کسی قدر اندازہ
 ہو سکے۔

راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں ہے؟ مشتبہ بارِ پناہ میں کارِ رواں ہے اب
 دل جا چکا تو سوزشِ آہ و فغاں ہی آتش تو بجھ گئی پہ نکلتا دھواں ہے اب
 کیا فائدہ میری جستجو کا کھویا میں گیا ہوں اس کو پا کر
 مجلس میں ذلیل ہم نہ ہوتے دیتے نہ اٹھا جو تم بٹھا کر
 سنتا نہیں میری میں سنوں کیوں جو چاہے سو تو مجھے کہا کر
 دوری اہلِ نظر سے مانعِ نظارہ نہیں آئینہ ہے کہ ترا محوِ تماشا میں ہوں
 دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھانے سے عشق کہتا ہے نہ کھا غمِ حینِ آرا میں ہوں
 قابلِ دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ گل ہے سودا ترا اور طبلِ گویا میں ہوں
 توڑ کر عہد کبھی تم نہ پشیمان ہوئے سر سے لے تا بقدمِ شہرِ تم تقاضا میں ہوں
 کیا کہوں کس سے کہوں کون ہو سنتا ہے عشقِ نرم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں
 کیا شوقِ دوسرے لب ساقی ہے دیکھئے کب مثلِ جامِ بادہ مرے لب پر جاں نہیں
 ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہے زخمِ غم تیرا کیا بسا دلِ خانہ خراب میں
 غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا سچ کہتے ہیں کہ عیش و خوشی جاوے نہیں
 آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گزر کہتا ہے دردِ دور کہ خالی مکاں نہیں
 ہوائے شوق میں لڑتی ہے حسرتِ پرواز جو بند ہوں میں تنہا میں کیا کروں پر کو

سبھی ہیں یزیم میں غش کسرا سے چلتا ہے
 بروز حشر بہت گرم ہو رہے خورشید
 تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا دیکھو
 نہ جاسکتے ہیں ساتھ ان کے نہ ان کو روک سکتے ہیں
 دلِ خوں میں ہمارا بھی کر دیا مال احساں ہے
 اسی خواہش میں اے گل و مہدم بخود میں تھے
 طرینِ عشق کے بسا لگوں میں نے دیکھا ہے
 چہرہ تاباں کو اس کے مے سے روشن دیکھئے
 مختب سے بڑھ کے میں ہوں شربِ شمن دیکھئے
 ملے جو ہاتھ سے ساقی کے پاؤں ساغر کو
 کروں گا چادر سراپے دامن ترکو
 کہ جان و دل ہمارے دونوں آنکھوں میں ابھیر
 انہی کی مہربانی ہے جو ہم بدیت دیا ٹھیرے
 عبث تم دستگیر طائرِ زنگِ حنا ٹھیرے
 کہ ہم بھی جیسے کچھ مینا مگر یکہ صبا ٹھیرے
 گئے چل ابتدا میں کچھ تو پھر بے اتھا ٹھیرے
 آتش آتش کے لئے ہوتی ہے روغن دیکھئے
 طوق میرا ہاتھ اورینا کی گردن دیکھئے

اخیر میں اپنے دوست مولوی عمر الیافضی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کے
 اہتمام اور نگرانی میں یہ دیوان طبع ہوا۔ بعض ضروری نوٹس بھی چند مقامات پر تحریر فرما کر صاحب
 موصوف نے مجھ کو ممنون فرمایا اور کاپیوں کی تصحیح میں بیش بہا مدد دی ہے۔ والسلام

عثمان پورہ حیدر آباد کن
 محمد عبدالباسط
 ۶ ارمحرم الحرام ۱۳۵۹ھ

حضرت عشق کی زندگی

کے کچھ حالات

راقم المحسوف نے بوقت ترتیب دیوان مولوی عبدالرب صاحب مدظلہ
غسٹہ حضرت موصوف سے اپنے ایک خانگی خط میں درخواست کی تھی کہ وہ
حضرت عشق کے چشم دید حالات سے مطلع فرمائیں تاکہ ان کو دیا چھ میں
درج کر دیا جائے۔ صاحب موصوف نے اس کے جواب میں جو حالات
تقریر فرما کر بھیجے ہیں وہ حضرت عشق کے پایاں عمر کے حالات کی ایک
بے نقاب تصویر ہے اس لیے غسٹہ اس کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ غالباً اس کا
مطالعہ ناظرین دیوان کے لئے خالی از دہی نہ ہوگا۔

چند روز پہلے آپ نے فرمائش کی تھی کہ ہمارے نانا محل الجنۃ ماواہ کے کچھ حالات
لکھ بیجوں۔ خط دیکھ کر میں سوچتا رہا کہ کیا لکھوں۔ ان کی رحلت کے وقت میں طفل چہار روہ سالہ
تھا۔ ان کی زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی جو سپرد قلم ہو سکے سوائے اس کے کہ چٹائی
پر بیٹھتے تھے۔ تالین شطرنجی نصیب نہ تھی۔ نہ کبھی اس کا ان کو خیال آیا۔ کھانا اچھا کھانا چاہتے
تھے۔ اچھا کھانا کبھی سیر نہ آیا۔ طبیب حاذق تھے۔ ہاتھ میں شفا تھی۔ لوگ متفقہ تھے بیٹھے
حلو سے لوز وغیرہ بعض لوگ بھیجا کرتے تھے۔ کھانے والے بہت تھے۔ سب سے بڑے حقدار
اور تماز حقدار ہم تھے۔ زیادہ حصہ ہمارے پیٹ میں جاتا تھا۔ بیٹھے کھاتے تھے۔ اور انہی
گو داور سینہ پر سوتے تھے۔ پوری ناز برداری ہماری ہوتی تھی۔ یہ بھی کم عمر
تھے مگر نفیلت اور فوقیت ہم کو حاصل تھی۔ مار غسٹہ روپیہ وظیفہ ملتا تھا۔

اور گھر کی کئی چھوکیاں بھوکے سب اسی وظیفہ میں پرورش پاتے تھے۔ بڑے دیگیوں میں موٹے چاول کا خشکہ دالچہ اور ایک ترکاری سالن بکتا تھا عرصہ تک بھی نہیں پرورش پاتے تھے باہر ہمیشہ دو تین مہمان رہتے تھے۔ پہلے کرایہ کے مکانوں میں رہتے تھے۔ آخری زمانہ میں موٹر خانہ (بیرون دروازہ چادر گھاٹ) کا مکان عبدالحی صاحب (فرزند اکبر) نے سات سو روپیہ میں کلائی سے خریدا تھا۔ جو نہایت مختصر تھا۔ پہننے کو کپڑے زائد نہ تھے۔ سات آٹھ پاجامہ کرتے۔ مین چار شیر و انیاں سفید جن کو ”انتری“ کہتے تھے اور چمپواری کے تین چار شاہہ تین چار موٹے ململ کے عملے تھے۔ بریلی کا صرف ایک چڑھاویں جو تا تھا باقی خیریت۔ کھیریل کے مکان میں عمر گزاری۔ ۲۲ گھنٹہ شطرنج کا تختہ بچھا رہتا تھا۔ آٹھ آٹھ روز مسلسل بازی چلتی رہتی تھی۔ سید ابراہیم صاحب عفو کے دل پیر ایک ایک مہینہ شطرنج کھیلنے کے لئے مہمان رہتے تھے نواب اسد علی خاں معروف بہ اسد میاں صاحب دودھنٹے صحبت میں رہتے تھے۔ اپنے گھر سے کھانا منگا کر کھاتے تھے۔ امیر اللہ صاحب امیرادر عباس علی خاں صاحب بھی اکثر شریک شطرنج رہتے تھے۔ اسی انہماک میں مطب گرم رہتا تھا کوئی آکے کہتا کہ بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا تو سو سو بار شطرنج کے تختہ پر نظر جمایا کہتے رہتے کہ بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا، بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا کوئی کہتا کہ حضرت ”کھانسی چھین لینے نہیں دیتی تو حکیم صاحب بھی فرماتے چلے جانے۔ کہ ”کھانسی چھین لینے نہیں دیتی“ پھر نسخہ ارشاد ہوتا تو جمال جو کمیونڈر تھا دو ا بنا دیتا۔ ایسی حالت میں پچاسوں شیشے قاروروں کے دیکھتے اور نبض بھی دیکھتے مگر نظر تختہ پر رہتی دوا بھی ایسی تجویز ہوتی جو تیر بہدف ہو۔

مرزا سالک کے پاس کبھی مشاعرہ ہوتا کبھی بنی راجہ کے منہر زند کے پاس تو شطرنج سے فارغ ہو کر غزل بھی لکھا کرتے۔ آخری زمانے میں خطاطی کا شوق پیدا ہوا تو زرین رقم خاں مدراسی کے شاگرد بنے۔ استاد صاحب شاگرد صاحب کا

ادب و احترام کرتے خود ہر دوسرے چوتھے روز گھر پر آکر اصلاح دیتے۔ فلسفہ کے مہیوں ریم شوق میں سیاہ دسرخ ہوتے۔ خط بھی بہت درست ہو گیا تھا، نانا صاحب کا پھیل کر دیا ہوا بروکا فلم اب تک تبرگامیرے پاس ہے۔

اس اثنا میں فارسی کے بعض رسالے اور کتب مجھ کو پڑھاتے بھی تھے اور ازبر کراتے تھے۔ مثل کوکب دری و غمیسرہ۔ شطرنج سے فرصت ملی تو اقربا اور احباب کی تداوی اور عیادت کو بھی پیدل جاتے تھے۔ ہراج سے بیکار چیزیں کثیر مقدار میں خرید کر لاتے۔ دوہراج خانوں کے دو مالک انگریز تھے روپیہ کے لئے ہمیشہ تقاضا رہتا۔

نواب مختار الملک کے پاس قدرد عزت تھی نواب صاحب کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ رات کے ۸ بجے نواب صاحب کا انتقال ہوا۔ دس بجے رات کو دیوڑھی سے گھر آئے ہماری نانی نے پوچھا (کھانا کا ٹوں) تو کہنے لگے کہ کھانا دینے والا چلا گیا میں کیا کھاؤں۔ ویسے ہی سو گئے۔ میں بھی ان کی گود میں سو گیا۔ غرض حرص و دلچ دنیا کے مال و منال کا کبھی خیال تک نہ آیا نہ اچھے مکان میں رہنے۔ نہ فرش فرش پر بیٹھنے کا کبھی خیال ہوا۔ امیر غریب جو ملاقات کو آنا چٹائی پر بیٹھا۔ مزاج میں ظرافت بہت تھی ملاقات سے لطف اندوز اور محالہ سے صحت یاب ہو کر جاتا۔ دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جیسے کوئی مسافر سرائے میں چند گھنٹہ سستا کر حل کھڑا ہوتا ہے۔ دن میں کئی بار چائے بنتی اور حقہ اور چٹا تو منہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ بید صاحب مروج کہتے تھے کہ منطق میں بڑا دخل تھا۔ دارالعلوم کے اساتذہ کی تعلیم سے تشفی نہ ہوتی تو وہ صاحب کے پاس آکر مسائل کو

لے :-۔ بید صاحب کا نام تھا مدراس سادات خیل لطیفین سے تھے۔ عمر بھر طالب علمی کرتے رہے۔ اطلبوا العلم من المہد الی اللحد۔ کے پورے پورے مصداق تھے فلسفہ و منطق کا بہت شوق تھا۔ اخیر زمانہ میں مولوی زید الدین تھا مروج کے شاگرد بھی ہوئے تھے۔ حضرت کو گھر میں مچھوٹے بڑے "صاحب" (مخفف تھا) کے نام سے بلاتے تھے۔

نہایت تشفی بخش طریقہ سے صاف کر لیتے تھے میں اکثر دیکھتا تھا کہ مصر کی مطبوعہ خانہ
کتابوں کا اکثر و بیشتر مطالعہ کرتے تھے غرض بڑی جامعیت کے بزرگ تھے ...
حضرت مرحوم علاوہ انتہا درجہ کے سخی ہونے کے صبر و رضا و تسلیم کے صفات سے
متصف تھے اور تکلیف کی برداشت کا پورا مادہ ان میں تھا۔ پیٹھ میں راج پھوڑا
ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر مینی صاحب کے دوا خانہ کو قذح کرانے کے لئے گئے۔ میں بھی ساتھ
تھا۔ کلوروفارم لینے سے انکار کیا ڈاکٹر نے ایک کلدار روپیہ کے برابر دو شکان
اڑے اور کھڑے دے۔ کئی طشت مادہ خارج ہوا اُن تک نہ کی۔ پسینہ کے
دھار جاری تھے۔

حلیۃ المرام فی تذکرۃ العلما الاعلام مصنفہ

مولوی مہدی وا صنف ۱۲۷۹ھ ہجری

مطبع منظر العجائب لاہور

صفحہ (۲۰) :-

مولوی عبدالباقی ابن شینہ محمد
مؤلف الحلیۃ شاہ کی لہ ہارثہ فی

العَرَبِيَّةُ وَالْفَارْسِيَّةُ وَالْأَنْجَلِيزِيَّةُ
لَا يَسِيمَانِي عِلْمُ الطَّبِّ حَذَقَهُ كَامِلَةً
هُوَ نَزِيلٌ مَبْسُورٌ مَضَامَاتُهَا فِي بَعْضِ
الْأَشْغَالِ لَا زَالٍ سَالِمًا
مَذْكُورَةُ أَشَارَاتِ بِنِيشِ مُؤَلَّفَةِ سَيِّدِ مَرْحُومِ تَخْلُصِ بِنِيشِ

(۱۲۶۵ هـ) مطبوعه اس (صفحه ۱۳۲)

عشق تخلص عبدالباسط خلفا لرشد محمد مهدی و اصف است
جوان مہذب الاخلاق و سنجیدہ وضع و کتب عربیہ و فارسیہ پیش زمین العابدین نامی کہ
خال اوست خواندہ و اکثر در صحبت خان عالم خاں فاروق تخلص با برداشته
اصلاح سخن ہم از وی گیرد، غرض با وجود سرعت فکر، خوش تلاش و بلند خیال است،
اما از تو غل تحصیل علوم مشق شعر کمتر میدارد از دوست

در چمن روزگار چون گل شبنم زده
دل بردیار گوید و زاری نمی رسد
طفلان مکتب اند بیکر تو مشغول
منم اگر دشمن خسرو باشد
دیدہ گریاں کشائے پر رخ خداں صبح
دل زنده است تعزیه داری نمیرسد
نوبت بیا د خالق و باری نمیرسد
با خبر دشمنان چه بد یا شد

که سازد این دل شتاق و اگر گم گشت
 رخ تو دورته آس خلد زیر سایه تیغ
 سقف گل و در گل و دیوار گل
 دست تو بس نازک و پر خار گل
 چو اشک سرمه زیاں، در غبار سرمه میم
 بس بودیم چو سخن تا نفس پیرا بستم
 کرده ام این چاک از سوزن ترکان
 سچہ صد دانه را کردم بکار دانه
 در میکده ات قلقل بهر شیشه برنگه

کنم سر رشته امید یا خیاط او حکم
 ز ابروئے تو عیاں گشته اوج پایه تیغ
 لے ز بهار رخ تو جملہ را
 چیدن گل خواهی و ترسم بے
 بروزه تیره ام منگر بلطف گوهر منگر
 بار کسوت بر تابدا از سیک روحی تنم
 در غم دور از رخت چن داں پیک را گویا
 در غم آں خال گشتم خالی از زهر و درع
 متانہ نواسج غمت هر دل تنگ

مذکره کلزاراء عظم لفظ نواب غوث خان عظم

مطبوعه ۱۲۷۲ هجری ۲۶۲۷

عشق :- تخلص حکیم عبدالباسط پیرمولوی محمد و اصف است در سن یک هزار
 و دصد و شش و هشت هجری در شهر مدراس از تنگ نائے عدم بشاره وجود رسید
 و کتب عربیه و فارسیه بقدر ضرورت از پدر خود و حاجی زین العابدین که خال است
 و خان عالم خاں بہادر فاروق بندر سانید اصلاح سخن از نیاں دارد و غزل و
 قصیده بکمال سرعت می نگار و زبان انگریزی و پانزده فن طب فرنگی از مستعدان
 اہل سان آموخته و بہرہ وافی اندوخته ہموارہ بمعالجہ عیلاں می پردازد و او شا
 خود دریں کار صرف می سازد۔ سرگذشت روزگار و احوال ہر دیار بہر مہمتہ یک بار
 بفالب طبع می آرد نامش "تیسرہ الاخبار" نہادہ اشہار می دہد۔ قیس مزاجش در دادی

افکار بایں سوزش ناله عاتقانه می کشد :-

گفتم که "دل بردے تو ستم" بخندہ گفت
انے نقش نام روشنت آں گونه خوش سواد
گرمی عشق تو زد در دل ناشاد آتش
صد زبان میکند از شعله پر سوز بلند
خسته عشقم و هر چاره گرسه بد تشخیص
دست برداشت ز من بوعلی نبض شناس
برزلف تو حال دل شیدا که کند عسری

بلب رسیده ز سودائے ابرو دم تیغ
بار کسوت بر نتابد از شبک روحی تنم
می زتم بعد شہارت دم شاہی از خون
چشم شوخت نشد از کشتن عشاق لول
دیدہ بیدار تو از اشک اردشت و شو
در دلم ابروان تو تیغ دو دنیا م یک
بر سر راہ آں صنم طسرح نماز انگنم

ایں تازہ شاعریت کہ مضمون بتہ گفت
کز حرف حرف سر بہ چشم نگین کشد
خانہ ام کرد چو آتش کدہ آباد آتش
از غم سوختگانست بفریاد آتش
ریخ من گفتہ دگر یک مرض مد تشخیص
طلبش نبض مریض تو کند رد تشخیص
گر گشتگی قیس بلیلی کہ کند عسری

دلیل قوت ضعف است قامت خم تیغ
بس بود ہم چون سخن تار نفس پیر اہنم
شہدم راست مسخرہ دماہی از خون
نشود سیر بلے مرد سپاہی از خون
چون قلندر شرابان بے نماز و با وضو
غمرہ بہر دوشیم تو تیغ یک دنیا م دو
سجدہ بنقش پا نگنم کا ریگے و کام دو

محبوب الزین تذکرہ شعراء و کتب لوفی عبد الجبار صافی

حصہ دوم صفحہ ۸۵۳ مطبوعہ ۱۳۲۹ ہجری

عشق: حکیم عبد الباسط عیشق تخلص، عبد الباسط نام، حکیم الما لک خان بہادر

”خطاب“ گلزارِ اعظم کے مولف نے لکھا ہے کہ آپ مولوی محمد مہدی واصف کے فرزند دل بند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۳۸ھ ہجری میں شہر مدراس میں واقع ہوئی اور آپ کی تربیت و تعلیم بھی وہیں ہوئی۔ آپ نے ابتدا میں والد ماجد اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین کی خدمت میں کتب عربیہ و فارسیہ ختم کیں۔ اور خان عالم خان بہاؤ فاروقی تخلص سے کتب عربیہ کی تکمیل کی اور حضرت فاروقیؒ سے اصلاح سخن بھی لیتے تھے، آپ کی طبیعت کو شعر و شاعری سے زیادہ مناسبت تھی، غزل تصبیہ، مضامین، کثرتِ برکت تمام موزوں کرتے تھے، آپ کے کلام سے معلوم ہوتا تھا کہ مضامین کی طبیعت میں آمد تھی گویا تازہ تازہ مضامین آپ کے میدانِ خیال میں دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔ جب چاہتے تھے فی البدیہہ مضامین متفرقہ و معانی جدیدہ کا شیرازہ باندھ گلدستہ کی طرح اہل کمال و سخن سنجان نازک خیال کے جلسہ میں پیش کرتے تھے۔ بزرگانِ جلسہ آپ کے کلام فصاحتِ انجام کی داد دیتے تھے، تحسینِ دآفرین کے ساتھ دواہ واہ کہتے تھے، آپ فنِ طبابت یونانی و انگریزی میں ندرتِ کاملہ و مکملہ تاتہ رکھتے تھے۔ طبِ انگریزی حکمائے فرنگ سے اخذ کی تھی، زبانِ انگریزی کو مثلِ عربی و فارسی جانتے تھے، اکثر اوقات بیماروں کے معالجہ میں صرف فرماتے تھے، اور آپ تواریخ و واقعاتِ سلف سے زیادہ رغبت رکھتے تھے اور زمانہ کے حالات سے واقف ہونا پسند کرتے تھے، بناءً علیہ آپ نے ایک اخبار مسمیٰ ”تیمز الاخبار“ جاری کیا تھا۔ یہ اخبار ہفتہ واری تھا۔ ہفتہ میں ایک بار طبع کر کے تقسیم فرماتے تھے، فقیر مولف کو یہ امر معلوم نہیں ہوا کہ وہ اخبار کب تک جاری رہا اور کب قوف ہوا۔ آپ سر سالار جنگ مختار الملک بہادر مدار الملہام سرکار عالی نظام کے عہد میں مدراس حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ صیفِ منصب میں ملازم ہوئے، مدتِ العمر صیفِ مذکور میں مورخ ہمیشہ بیماروں کے معالجہ اور طلبہ کی تدریس میں مصروف رہتے تھے، آپ صاحبِ اولاد تھے

لے شعرائے دکن صفحہ (۹۰۲) ۲ گلزارِ اعظم میں ”تیمز الاخبار“ لکھا ہے

آپ کے باقیات الصالحات سے خیر خواہ قوم جناب ملا عبد القیوم صاحب و مولوی عبدالحی صاحب مولوی عبد السلام وغیرہ ہیں۔ ملا صاحب ^{۱۳۲۸}ھ میں فوت ہوئے۔ اور عبد السلام مجدد بھی فوت ہو گئے۔ مولوی عبدالحی سلمہ اللہ تعالیٰ یادگار باقی ہیں۔ ملا صاحب و مولوی عبدالحی صاحب کا تذکرہ آگے ذکر کیا جائے گا۔ آخر عشق، صاحب ترجمہ نے ^{۱۳۰۲}ھ ہجری میں اس دار فانی سے بعالم جاودانی رحلت کی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور آپ کی رحلت کی تاریخ آپ کے برادر زادہ مولوی عبد الواحد صاحب صاحب نے لکھی۔ وَہُوَ ہَذَا :-

حضرت عشق آنکہ بفضل توفیق یو در گرانمایہ والا گھر
در شب بسم ربیع نخست کر در دنیا سو عقیقی سفر
شکل گریبان لغزش خلق را ہم دل ہم سینہ شد و ہم حکم
واجبہ سالِ وفاتش نوشت
حادثہ عشق جہان ہر

۱۳۰۲ھ

اشعار وہی لکھے ہیں جو گلزار اعظم میں ہیں۔ اس لئے نقل نہیں کئے گئے۔



ز جہل و شرک پر سید شرع و دین مرا
 طفیل احمد مرل امید بخش بہت
 محبت آل محمد منم چو اصحابش
 کتاب و سنت و فقہ است مایہ دانش
 سپاس ہادی مطلق ز جوش بدعتہا
 بدار صفت کہ رحیمی خدا بے ہمتا
 دم شہادت عشق تو میزنم ہر دم
 زبان دوست ندارم ز کفر بالطاعت
 مقربان ترا خاک اہ باشم و بس
 وجود را ز شہود تو باز نشناسم

کنم نہ سجدہ بجز عقل آفرین مرا
 و گرنہ بیم چہ کر دے دل خزین مرا
 نفاق پیشہ بدل رہ دہی چہ کین مرا
 کہ حق فرودہ از میں علمہا یقین مرا
 تزلزلے نشدہ فکر تہ متین مرا
 شفائے مردہ لای زور دین مرا
 دم مسیح بگرداں دم پسین مرا
 نگاہدار تو ایمان کستہ بین مرا
 ادب چو سرمہ کشد چشم دور بین مرا
 مرا بخلوت وحدت مکن قرین مرا

بداد دل ز سد گریہ ام اگر اے عشق
 کہ تخم تو بہ کند سبز سر زمین مرا

چنانکه بست کفِ شوخِ نازنین مرا
 منم که از لطفِ عقل و دین خود گریم
 امید هست بدان خود رساند یار
 بهر دواغ رسیده است محضر و ریش
 ز باغِ غنچه دل و انگشت جذبه شوق
 اگر چه آب بود از صفائے گوهر خویش
 که بر ز دست بخون من آستین
 ازین چه غم بود آتش و عقل و دین
 نشانده است ز دنیا چو آستین
 که بعد ازین نکستی رود دل خربین
 رساں تو غیرت گل رشک یاسین
 تو نقش نگ بدان شعر و لنتین
 مرا

چگونه در خود اے عشق دل تو گوید

انامی ست که لب بست از امان مرا

ز چشم بسته دلم دیدم حسین مرا
 ز بس بشوق کسے میروم ز خود پنهان
 چو دیدم از دلم چشم کم نگاه کسے
 عیاں ز جبهه میروم را که می بینی
 نه صبر آن که بدل خوں کنم گل منم
 سخن به تلخ مذاقان و هر سگوم
 چه دور بین کف آمد ر صد شین مرا
 خبر ز رفتن من نیست هم شین مرا
 ندیدم با تو چرا حالت مبین مرا
 نشان سجده بود کوی حسین مرا
 نه تاب حرف و سخن خاطر خربین مرا
 ز سر که باز ندانند انگبین مرا

کنوں سزد که بناز آستین بر افشانی

گذاشت عشق تو بر دیده آستین مرا

زگر و کلفت غم نیست حسین مرا
 که بر کشیده برو صبر آستین مرا

بجائے شک لے آید چشمِ گریاں
 نگار خانہ چین و نگارِ من ہیہات
 بنا کیوئے جانانِ من گرہ بندید
 بدستِ من چو صدف گوہرِ مراد آمد
 ہمیں نہ حسنِ دلارائے او بردہم
 مباد آب شود نگ تو از اں ترم
 بغیرِ سجدہ شوقِ از اں بریزد چ
 نہاں ز شرم آسماں ایکاش
 بمہرِ سپرخ ز چشمِ من چو بردارد
 دلا تو پیشہ بکن صبر و دمِ فرنگ
 شہیدِ عشق و تابوتِ من بد شوں ملک
 ز مکر و حلیتِ او می برم پنے بخدا
 کہ تا نظارہ کنم یا بردنِ من مرا
 ہیں بہ دیدہ انصافِ آنِ ابنِ مرا
 کہ رشتہ نگسلا زوے دمِ پسین مرا
 گرفتہ است عرقِ شرم یا جبین مرا
 کہ شہائے و گریست نازِ زمین مرا
 بدلِ ہفتہ چہ داری شہرِ اکین مرا
 ہزار بار نشانند اگر جبین مرا
 نقابِ برقد از رومہ زمین مرا
 زند بشمعِ ول زار آستین مرا
 کہ صلح ویر بود زود خشمِ مین مرا
 ز اہلِ عرش کنی گوشِ آفرین مرا
 کہ را ہرن بوداں نفسِ شومین مرا

منم ز ہرزہ درایان و او سخن سنجے

قرینِ من نکمی عشقِ بے قرینِ مرا

جگر خراشِ مکن جانِ آہنینِ مرا
 چراغِ داغِ شبِ ہجرِ روشنِ استِ بل
 کہ خامہ از رنگِ دہس بودِ نگینِ مرا
 قیلہ آہ بود جانِ آتشینِ مرا

پہا خمارِ برداشت نرگسِ مستش
مدام می کشد اکنوں شرابِ کینِ مرا
نبردِ قصۂ فرہاد و خوابِ شیرینیش
کہ گوشِ کردہ بطالِ برِ چنینِ مرا
کلاہِ مہر و مہ از فرقِ آسمانِ فتہ
کند نظارہ اگر اوجِ سرِ زمینِ مرا
ز دستِ رقتہ دل پارہ پارہ ام نگہ
بحلقہ حلقہ زلفتِ ننگینِ بنگینِ مرا

ز شعرِ رِپا اثرِ مِ عشقِ اثرِ مہوید اشد

دُعائے حضرتِ فاروقِ برگزینِ مرا

ز ختمِ صینِ بجیس نیست نازِ زمینِ مرا
کہ نازِ غنچہ سرِ چیں است گلِ مبینِ مرا
چو مہرِ داغِ جنوئمِ زبسِ فروزانِ است
چراغِ مطلعِ صبحِ است شبِ نشینِ مرا
چو بارِ ہائے غمتِ حفظِ شہرِ دلِ باشد
کشہ چہ فوجِ ہوا بازِ ننگِ چینِ مرا
ز عجزِ فہمِ چہ اعجازِ ہاستِ یاراںِ را
کہ بستہ اندلبِ سحرِ آفرینِ مرا
دلِ ز سادگیِ جہلِ خویشِ پیرِ کارِ است
کہ رونقے بنودِ از ورقِ ننگینِ مرا
کجا چو سرِ قدشِ سرِ بوستانِ نیم
نظرِ لبِ بودِ چشمِ دورِ بینِ مرا

جدا از حضرتِ فاروقِ تاشدم اے عشق

زیاد رفتِ سخنِ خاطرِ حسنِ مرا

۱۔ خانِ عالمِ خاں بہادرِ فاروقی، اُستادِ صاحبِ دیوان ۱۲۔

۳۔ برگزیدہ ۱۲۔ ۳۔ ننگِ ہائے برکیدِ گیرِ چیدہ کہ بصورتِ قبہ سازند برگردا بادیِ طاہر و حیدہ

سخنی کشانِ عشقِ ز آفاتِ ایمنند: این ننگِ حیں ہمیشہ دلاورِ حصارِ کش (اندراج)

نشستی بنو دایح که زمین مرا
فلک بزیر قدم گرد کستریں مرا
بزارنالی او بکند خند ز ن شده
چه شاد و بهیت بخاطر دل خریں مرا
سخن بوصف لبی ش کیمیت حیرانم
که روح قدس مگر گشت انگبین مرا
زبکه آب شد از گرمیش دل پیکان
گذاشت تیرستم زخمی همگین مرا
ز خاک ساری من سبز سر بلندیها
بنوده ننگ غبارے بسر زمین مرا
منم که باغ گل داغ حیرتم بکیر
ز خار خار و دم بست خار چین مرا

مژه بهم چو زخم می پرد چراغ از چشم

چه نور عشق بود چشم حسن بین مرا

شراب چهره زرد چو مہ حسین مرا
نگاہ دود کند چشم شعله حسین مرا
بطاق ابرو جانان دلم چو دیده کشود
نمود تنکده چین حرم نشین مرا
چه گویمت که براه و ناچسپاں رفتم
دلم گرفته یار و جگر بهین مرا
فلک تبرس که سوز دانه ماه راجن
شماره که بود آه آتشین مرا
سوال بوسه زان لعل بے بہا کردم
بخندہ گفت مگردان سیه نگین مرا
شنو کہ درد نگیرد بگوشش دل مشنود
فغان سرد حزن اثر قرین مرا
پرس حاصل کدہ یخ ز ناکا ماں
کہ جوش آبلہ تر دارد آستین مرا
عروج طالع و اثر دن من ز دل آمد
ہیں بزیر زمین سپرخ ہمتین مرا

ملک جیں ہندو مہر سجدہ اش سازد فلک خورد نہ ہمیں مہرہ زمین مرا
نہ بحر شعور سوزِ دلم قناد آتش زمین سوختہ بیند ہر زمین مرا

نماندہ جائے سخن بیچ دم مزین با عشق

بخاشی ست سخن حرف آفرین مرا

ہیں بہارِ دلِ عجز آفرین مرا گل قناد گیم سرو شد زمین مرا
بدیدہ اش چو قریں کردہ ام ہی تنم کہ تارا از رگیا براست آتشین مرا
تو بعد کشتن من ہم ز کیں میگذری زبان تیغ بستم گوید آفرین مرا
فلک زرا حتر تاباں ہزار چشم کشود کہ رُویتے بکند ماہ سر زمین مرا
ہزار قتنہ بیامی شود و میکہ شود بخاک من گذرے حشر آفرین مرا
باستانِ نونا ز م کہ روکش بانی است نگار خانہ جیں می کند جبین مرا
فسوں میت قیامت دلِ ستم کش من نیاز مند بخود کردہ ناز بین مرا
زندہ ہب ہمہ عالم جداست مشرب من جتے قبول خدا کردہ است دین مرا
بخاک ساری من عشق بین و گردش من

کہ آسمانت بخارے رہ زمین مرا

اثر چہ طرفہ بود اشک آتشین مرا کہ دادہ است بخون شستن آتشین مرا
بزلفِ خویش بزن قلب آتشین مرا سوار حلقہ پر دود کن نیگین مرا
نہ بکہ حسرت من داغ یک چمن دارد بہار وقف بود جبے آستین مرا

بگر زلف و رخ و قد و آس تن نازک
 زبان کشایم و بر سامان نهم منت
 که آنری بکین ست آفرین مرا
 و ماغ فکر برش بریں چگونه رسید
 بهار سنبل و گل سرود یاسمین مرا
 نہ بحر شعر بجویند سر زمین مرا
 نگاہ شوق نہ پا بوس حسرتے باشد
 گھر بدست بود عشق خوشه چین مرا

بعد از نیم مکن از خوشن اے یار جدا
 شور شیرینی تو تازہ کند در عالم
 بودہ بردار و بیا حرف بزن میکشم
 می کشد بلبل دل را بتما شائے چین
 باغ نظارہ من آبلہ پر خار است
 نہیں بر شیم آہ زمین می لرزد
 دیدہ از دیدن او سیر نگرود ہرگز
 نالہ زار بود باد بہار دیگر
 باریاب حرم وصل نگشتم یک بار
 جان ندارد دل من باز برا چہ شد
 بودہ آہ جدا از من دبیا جدا
 نکیس چہرہ جدا لعل شکر بار جدا
 شوق دیدار جدا حسرت گفتار جدا
 سنبل زلف جدا آن گل رخسار جدا
 ستا تو اے گل شادی از دیدہ خونبار جدا
 خرج زن بر سر من گنبد دو ارجدا
 چوں توان ساختن از حسرت و یاد جدا
 خار خار دل بلبل شدہ گلزار جدا
 بار بردل بنہم بہر چہ ہر بار جدا
 ابروش تیغ جدا زلف دیہ جدا

سر ز غم بردرد دیوار تودی عشق چہ بود
 در بہائے تو جدا افتد دیوار جدا

اے مہرِ رختِ مطلعِ انوارِ یقینِ ہا
 اے آئینہٴ سجدہٴ شوقِ تو جہیں ہا
 اے شادیِ عشاقِ کجائیِ خبرتِ نیت
 بہرِ دلِ وارستہٴ چہ اُمیدِ گناہ است
 مثلِ تو زِ خواہاں نشیدیم و ندیدیم
 ہمِ چشمِ نہ ریزِ وزِ جہیں تو نزاکت
 حسنِ است کہ کارِ نگہ از گوشِ بگردد
 از ابرو و چشمِ تو دلم چوں بہرِ جان
 ایدلِ غمِ تنہا یم از چیتِ بھراں
 زنِ مہرِ بستم بلبِ زخمِ خود ایدل
 فرصتِ نشدنِ تا بشود قوتِ روانم

اے سلسلہٴ زلفِ تو شیرازہٴ دینِ ہا
 اے دیدہٴ مردمِ بہتِ خاکِ شیں ہا
 در گریہٴ زارِ ندِ زردِ تو حزنِ ہا
 داری رَسَنِ زلفِ پے نشینِ کہیں ہا
 بیارِ بدیدیم و شنیدیم ازینِ ہا
 چوں جو ہر آئینہٴ نمایاں شد چہیں ہا
 سرگشتہٴ بہرِ سوئے ز تو گوشہٴ نشیں ہا
 ترکانِ کمانِ دارِ کشا دِ کمیں ہا
 دارم ز محنِ طرفہٴ بہرِ لحظہٴ قرینِ ہا
 خالی ہمہٴ خاتمِ شدہٴ ز الماسِ نگینِ ہا
 یا قوتِ لبشِ منجو روازِ بکہ میں ہا

کَلکِ تو بودِ عشقِ رگِ ابرِ بہاراں

در شجرِ چہ سبزِ نمودِ است ز میں ہا

میں گریہٴ زارِ قلمِ زانِ مہِ غمناکِ را
 دادم دلِ صد چاکِ ابے بہرہٴ ازادِ را
 دیدارِ دارم آرزوِ بستیِ نظرِ از چارو
 در ہا شادیِ جا من بگر مرا در پیرن

خونِ دلم ز نگِ شفقِ شد و امنِ فلکِ را
 آن ز گسِ بیاکِ آں غمِ زہِ سفاکِ را
 پُرخوں کنی تاکِ بگو ایں شہِ پائے پاکِ را
 دارد بدستِ خوشینِ زانِ صبحِ ہمِ یک چاکِ را

از خانہ دل و میدم شستی خس و خاشاک را
 ایں خاک بربادم خور و آتش کہ آتیاک را
 باشند منہ خشم جلا، آئینہ ادراک را
 بے مے چہ باشند زندگی، خواہم خورم پاک را
 ای طفل خاکبازِ زمین، برباد کن ایں خاک را
 صد تنہ گردِ راہی، آفتاب مت چلاک را
 بنیم خشم خفتاں، ہر قلعہ فراق را

ایدل مرا ہر روز و شب، ز ہر سداں تندیاب

خود عشق گشتم زیں سبب ہرگز ندارم پاک

ظالم! بکش ز گردن عاشق، کند را
 دیگر سفید و سرخ نہ بنیم قتدر را
 صد بندی نہی بزباں چوں سپند را
 در بوستان گذار گل ہرزہ خند را
 واکن ز پائے بندِ محبت کند را
 فرصت یک آن بیش نباشد سپند را
 زیر وزر بر کن ہمہ پست و بلند را

منت بزمِ احشیمِ غم، نگزاشتی شادی غم
 اساقی دورانِ مدد، نوبت بگوش کھرمد
 بر دل کدورت شد بلا، اساقی دوائے من کجا
 اساقی بزمِ بندگی، غم را چینی یا بندگی
 گرد بقا و مساز من بر جاں کشد فلز من
 غارِ مگر دنیا و دیں، آن ہشتاب ز میں
 از زمرہ حسرت کشاں، صید ترا بنودنشاں

آزادی کنی زالم پائے بند را
 گروا کنی بحر لب نوشخند را
 باکت مباد از گلہ ناپسند ما
 بر خند ہائے زخم دل زار و دینیت
 زانساں نہ لبہ کہ تو انی کشاد باز
 بانالہ در آتش شوق تو جاں دہم
 از زلف تابدار و نگاہ حیا شعار

غم راندائے کشته شوق تو دیده ام
تربان شدت عید بجان گو سپند را
در جوئے شیر خون دلم آب میدهد
شیریں بکام من چکینی زهر خند را
دانی که عشق را بدل است آرزو هنر را

تا چند بر تو عرضه دهم شوق چسند را

ناصح روادار بر نداں گزند را
ضالع ساز موغلت سودمند را
دل دیده است از دهنش نقش نیستی
آسجیات جان چکینی زو شخند را
چسپاں قباآن تن همرنگ جان کن
برما چه تنگ ساخته جان ترند را
صفرافزوده ایم ندارم بکام ما
ز اں غنچ و دهن چه نارنج و قدر را
حیرانم از چه غنچه ها مان گلغدار
از خند هائے گل نگر فتند پند را

تقریر عشق از لب موش خوشتر است

برکش غناں که تند برانی سمند را

نازم خدنگ شوخ سوار سمند را
کزیمنه دور کرد دل در موند را
در فکر من مباش که جان است نگلد
بانا ز تو نیاز من مشمتند را
تا کامیاب چشم ز برق جمال اوست
سوز و سپند اشک علاج گزند را
توصیف سر و قد تو ای یار چوں کنم
بنود مجال سایه چو فکر بلند را
یار بچه حیرت است که نا دیده ام ترا
ماندنگه بحشمت ترم خار بند را
بیزار عالمی ز من از عشق تو شده است
باشد کنی پسند من ناپسند را

خوش الوداعے میکنم ہر شب ہجرِ آں آبِ
 بنگرِ بطاقِ ابرو شِ جانِ منِ بتیا بیا
 آئینہ وار خاکِ کردی چشمہ مہتاب را
 پیشِ بصیرتِ سرسبزِ قرقِ نگاہِ و آہِ نیت
 زہا دورندانِ قیامتِ شرابِ بخجودی
 از چشمِ کمِ بنید چرا صیدِ دلِ نکارِ ما
 سیرِ لبِ بامے بجنِ شبِ طفلِ شوخِ نازِ من
 ایں ہمیر و تپِ چرخِ میںِ آرزوہِ حقِ میر
 حیرتِ فروشیِ میکند تا پیشِ رُکِ دلِ بر
 آں شعلہ سیرابِ ہی نیز نگہ سازِ عالمِ است
 فیضِ رحمتِ بردہ ام را ہفتینِ پیوہ ام

در کشتیِ دلِ عشقِ چوں بارِ خطرِ ہامی کشم

من ساحلِ امنِ و آماںِ آستہ ام غوا بیا

بنگرِ صدفِ گردیدہ چشمِ گوہرِ سیاب را
 قندیلِ دسوزِ یکِ روشنِ می کند محراب را
 از من جدِ ایا رب مکن آں مہرِ لبتا را
 تا دیدہ متساقِ کردی ہزلِ بتیا بیا
 کز چشمِ و ابرو خستیِ میخانہ محراب را
 ترکی کہ دارد در کماں تیرِ نظرِ تریا بیا
 شیر و شکرِ یکجائے باشد ساغرِ مہتابِ ا
 گر آبِ غیرتِ میکشد راضیِ کنم دولا بیا
 آئینہ داری می نماید دیدہ فتحِ باب را
 آتشِ زند و درِ دلِ مرا زوید زو آبِ ا
 زانہ و جانِ خوشینِ دارم عزیرِ اصحابِ ا

واں نگرِ مخمورِ از چشمِ ربا بید خواب را
 کوئے نباشد میکشتم از چشمِ دلِ غنابِ ا
 بیارِ کردم جستجو آں گوہرِ نایابِ ا
 کز بعلِ جانِ بخشِ کئے ہم کشیدن آب را

زلفِ سیاہِ شِ می برد از دلِ قرارِ تبا بیا
 آرزوہِ نتوانم کنم چو خِطرا حبابِ ا
 گہ موجِ دریا گشتہ ام ماندم گئے گردابِ ا
 سیرم ساز و شربتِ سوزِ دہا لکبکی

از حال زار من پسر ز بسکه ماند جان من
در خدمتِ او پر گشتم طاقِ نیاش میں
در بقیاری جاں سپردن بیشو بہر دل
گر صدامت میکنی از ماسکایتِ تنہی
تا گرم رفتاری شد مہ پک طلبِ خوابِ نیت
خون در دلِ ناکام ما افسردہ ماند لیکہ
شمت شیراز دلبراں دریائے تر دستی بود
سرگشتہ شوقِ تو ام در بے سراجِ خمی شتم
دیوانہ ات در کار خود بنگر چہ پیشا آمدہ
از طالع بیدار این دلِ نصیبم کے شود
یا در علیجان بہا در فنِ بخش عالم است

دل ماہی بجایے ابروئے تو قلابِ را
زین قامتِ خم می نام صورتِ محرابِ را
چوں می فراید قدر و قیمتِ کشتہ سیابِ را
بر سازِ بے آوازِ مایجاں مزنِ مضربِ را
خار و خول میں راہ ماند بسترِ سنجابِ را
گر درہ ہر کوچہ زلفِ تو مشکِ نابِ را
زاں قطرہ آبے نیست در جو دشتِ نقابِ را
شد تے پدرو و در دم عالم اسبابِ را
ایں فہم و دانش کے بود در سرِ بالالابابِ را
بازلف درو او کنم سیرِ شبِ مہتابِ را
خورشیدِ یادِ را بودائبِ ہمیں نوابِ را

عقل سبک سرعایت عاجز شد در خوش عشق

آرے خمی گیر دغاں چو تندر و سیلابِ را

چارہ زان رو نہ کنو نیست مرا
نشدی مشتِ غبارِ م برباد
دَم از اں زلفِ زخم نتواں گفت
فکرِ جانگاہیِ خو نیست مرا
گر سر آں سرگو نیست مرا
برزباں آمدہ مونہیت مرا

کے زبید ادلب خاموش
 چارہ چاک جگر تنگ دلی
 خوں دریں بزم چوسا غر نخرم
 برگ گل از چین رنگ کہ ام
 در غبار دلش ام تخیم امید
 چه کند با تو چو آتش خوئے
 مطلب خویش بخود میگویم
 از فغاں پاره گلو نیست مرا
 غنچه ساں فکر رفو نیست مرا
 چشم بردست سبونیت مرا
 ہم زبالی کہ زبونیت مرا
 ریشہ در خاک فرو نیست مرا
 دل کہ از آہن ورنیت مرا
 امتیاز من دتو نیست مرا

غل بگردن منم از غلغل خویش
 در جنوں عشق غلو نیست مرا

در ضمیرم چو جزا و نیست مرا
 ہر چه گویم نکند دل باور
 سر من زلف تو گوئے چو کان
 فرستم نیست ز شکر تاید دست
 چوں کنم طوف رخ او من نذار
 پائے آن سرور و اوں چوں بوسم
 بسنہ زلف تو ام میدانی
 نفسے نیست کہ ہونیت مرا
 اعتمادے چو برو نیست مرا
 گوگو گوئے گونیت مرا
 کہ شکایت ز عدو نیست مرا
 ز آبرو آب وضو نیست مرا
 لب بکام لب جو نیست مرا
 پیچ و تابے سر مونیت مرا

تاز خون گرمی گرد و ستم
 فارغ از چرخ به غرقابِ غم
 عشق در پرده جان است نهان
 چه می کاں بسو نیست مرا
 پشت بالی ز کدو نیست مرا
 شرم زان برهنه رو نیست مرا
 سخنم عشق بود سرِ مگو
 که زباں برهنه گو نیست مرا

ندانم بس ز بس هر لحظه توصیف شنیدن
 بروں از حد دل نگذاشتم پاش کشیدن
 ز دل بسیار دار چشم مستاقم طبعیدن
 تغافل گوش بر آواز کم گوی من باشد
 چنین کز گرایم فریاد دارد عالمی هر دم
 ز بس سم کند زیر و زبر آنرا نمی خواهم
 بجای شیر طفل دل بود خو نخوا خود هر دم
 کجا بنیم رخ جانان زنگ و نبض من گرفت
 زیزدانه تا از سجده دلها مشتاقان
 چو فتن در پے آهونکاهے بود دشوارم
 دلم بکیار میخواهد رخ خوبی دیدن را
 که سقف آسمانها ناله میخواهد دریدن را
 که برق جلوه اش گرفت برتر کال ویدن را
 که رنگین لہا دارد بگوش او شنیدن را
 چشمش و محشرے گرفت از چشم چکیدن را
 بطاق ابرو جانان لبتیا چیدن را
 که جز تیر حنائے او نمخواهد مکیدن را
 ز چشم من پریدن را از ابرویم چیدن را
 بهر زلف چو زارش بده آب بریدن را
 بچشم خود سپردم عاقبت کار و دیدن را

۱۴: - بے حجاب و کشاده روی - صائب - بے نقاب حالت برهنه روی یا نیمه پوشی تو زباں بند کا بھوئی ہا -
 (اندراج)

بہار گلشنِ اُلفت بود نیز نگ یک رنگی
ولم را کے مکدر میکند آئینہ رخسار
شدم چوں دیدہ و در کس ناپید ببرد
براہِ دوستاری رہبر کامل کسے باشد

کہ بو گر و عشقم از گلِ حشش وزیدن را
جو احبابِ دامنِ نامہا من دریدن را
کہ چشمِ کور باید رویِ دل ز خلق دیدن را
کہ داند منزلِ اوّل بمنزلِ تاریدن را

چرا پاسِ نفسِ سرور ہوا دارد ترازے عشق

نیز ز دایں جنیں پا در ہوا تارے تنیدن را

مشو از خانہ در صحر از صحبت ہار میدان را
اگر خواہی کنی ممنون گفتارت شنیدن را
منور می کند خورشیدِ روشِ چشم دیدن را
نباشد طاقتم دانی چو دست از تو کشیدن را
نبودہ گر چہ بخشے و رمیا گفتن شنیدن را
بہارِ غنچہ اُمیدِ دل گل کرد از دغش
بہر دم آتشِ شوق تو ایدل تیز تر باشد
من سست و پاتا کے نیام ہم گل چاکے
دلِ افکارِ محو خارِ خارِ اوہمی باشد
ز دسوزی شود گردیدہ تر آبیاری تو
نیزم آبرو خود گر از گویہ خونی

کہ وسعتِ بیشتر باشد بکنجِ درخیدن را
فنا کن خود پند یہا معانی آفریدن را
حدیثِ اذ نماید ہر گہر گوشِ شنیدن را
نبہی دستی مرا بر سنیہ از دلِ درخیدن را
کشیدی روز من ہم چہا بر کشیدن را
ہو آئیں حمن از بس نمیداند وزیدن را
از آں بے کہ گرد و در دہن اں لیکیدن را
جنوں دستے عطا کن جیبِ دامن دریدن را
چہ لذت میدہد شوخیِ تر کاشنِ حلیدن را
بہارِ رفتہ ات ایدل ز سر گیر و دیدن را
کہ آبِ گوہرِ دل دارم از مرگانِ حلیدن را

ز داغ خود دل دید از بس دیده در گرد
گرفته رنگ ز لفظ کهن صورت کز فکر
نمگردم شکوه سنج سامعان شعر خود هرگز

ز چشم نیم باز نخواهد باز دیدن را
بروئے صفحہ معنی ز تو نقش کشیدن را
که فهم کند خنجر شد زبان من بریدن را

چه بودے گر ہمیں عشق مرغ نامہ بر بود

بایں چستی کہ دارد طائر ز گم پریدن را

بہار گفتگوئے او چه رنگیں کرودیدن را
نمی آرم دہم از دست دامن طیدن را
بشوق لعل جاں بخش کسے ز بس سستم
چہ غم گر طاقت ز قمار ندانوانی شد
بہار بشوق من یارب چہ نیک دل از راست
مئی نازش و مانعش ز رساندگر چنین بہم
حجاب جلوه جانان ز من آسود بیکان
ز بس فریاد ہر دم از ول بے مدادام
بصیرا محبت جوش است دیدنی دارد
مئی غم و رنگبند جز دل تنگ من سرست
ریدن تا بمنزل میتوان آہستہ آہستہ
ایسر و نقتیہ پیچ کہہ در بند آزادی

گل سرین حیرت دیدہ ام گوشت شنیدن را
کہ سامانے ازیں بہتر ندیدم آرمیدن را
کہا آب تش ایں میکنم ذوق چشیدن را
دل گزشتہ دارم براہ او دیدن را
بدل صد خار میدارم گلے ز اں حسن چیدن را
کہا مہلت دہا و را بحال من بریدن را
دو چشم خود تصور کردہ ام دیدن ندیدن را
چہ رنج از من شنیدن را چہ حجت نمانیدن را
دریں وادی بدست رم دہا ہو بریدن را
چہ داند بہر تنک ظرفے خنیں دریا کشیدن را
ندانند تیز ز قمارے رہ الفت بریدن را
کہ دارد در گرہ ہر قلہ دماش رہیدن را

بشوق بام وصل وزدن پراختن پاید
 کہ من افشاندہ ام از بال خود گو پریدن
 چہ گنج شادمانیہا بہر دم را کجاں کردم
 دل مسکین خود یکدم ز دست غم خریدن
 تو اغم عشق پر کردن کنون اماں صد حسرت
 کہ خرمن کردہ ام زریں باغ گلہائے نجمیدن

برقع کے ندیدمہ و آفتاب را
 بردار آنے نگار ز رویت نقاب را
 طاقت نماند در دل و جاں مضطرب را
 رحمی بجاں ما کن و کم کن عتاب را
 دل زندگان خواہش دیدار آن نگاہ
 بدتر ز مرگ خویش شمارند خواب را
 از گلشن وصال پخیدی اگر گلے
 رشک خزاں شمار بہار شباب را
 از لعل شکرین تو پُر شور شد جہاں
 باقی نماند لذت مستی شراب را
 جز نقش داغ تو نبود سیج در دم
 یک نقطہ بیش نیست رقم اس کتاب را
 آسان بدانز اکت دقت پسند او
 کردست داغ داغ دل لکنتہ یاب را
 مست نظارہ تو مے نور می کشد
 خوش طالعے کہ کرد قدح آفتاب را
 از دو واہ من ہمہ سقف فلک ببوخت
 آتش نجر من است چہاں سحاب را
 از جوش داغ عشق تو رسوا کجا شدم
 ماندنم ازیں ورق انتخاب را
 وصف حضور مایہ رشد و عالم است
 شغلے دگر مباد جزایش شیخ و شاب را
 نواب ستطاب کہ لائق علی بود
 دیوان منتخب ہمہ رائے صواب را

یارِ با زیں وزیرِ ازیں شاہِ زودکن (۳) آباد ملک و ہر دل و جانِ خراب را
لبستہ پیش آں بیتِ نازکِ مزاجِ عشق

دادیم شرح درد و غم بحساب را

بکارم عقد ہا کل کشا گویم کرا بکشا
خطِ شوق مرا نکشودہ دارے یارِ با بکشا
جنونے خوش کن و سرِ نچہ مہر و وفا بکشا
ترا از نور تو بینم چو شد بیکار چشم من
ز سودایت جہاں شد تار بر مردمِ شرگرم
تغافل بند پائے بیقاری ہائے من تاکے
نشانِ کافی در گردنم تا نفس باشد
چو من بیمار آں چشمِ ب فکر چارہ گرتا کے
کشا دل ہوس اری مشو در بندِ مقصود
چو از آوارگی مانع ترا عقل و ادب بینم
نگاہِ رحمتِ او چارہ در و دلم داند
مترس از منطسی چوں دنگاہِ شاعری داری
بزریر ہرین موگر بوجہ چشمِ ہمنزینت
زبشاہ دکن مقبول حق شد ہم وزیر او
بمحض فضل خود ایں عقد ہا را نچدا بکشا
بہ پیشِ قاصدِ سرستہ حرفِ مدعا بکشا
برنگِ صبح چاکِ سینہ تا آوجِ سما بکشا
ز پیشِ روئے من ایں پر وہ ہا ساوا بکشا
بکن یک جلوہ شوخی و بختِ دیدار بکشا
گزراں صبر تا گردورہ جور و جفا بکشا
مسلمانِ میثوم اے شیخِ زنا را بکشا
کتابِ طب بگو بکشا و صدقِ او بکشا
دعا گوئے محبتِ باشِ فضلِ مدعا بکشا
نیم دیوانہ چوں گویم کہ ز بختِ پیا بکشا
نیم صبح را گشتن چہ حاجتِ نچہ ہا بکشا
بمحتاجِ زبانِ فضلِ دل اہلِ سخا بکشا
۲ بروئے روشن لائے علی نواب بکشا
۳ اجابت میکشد منت لبِ دستِ ما بکشا

الہی تابو حسن و محبت درجہاں باقی (۲۱) بروئے شاہ و دیواں ہزراں بابہ ضابطہ
 برائے خانہ و سامان آں نگین مشواے عشق
 وہاں التجا پیش شہ حاجت روا بکشا

باشد ولم چراغ شب زلف یار را روشن چیاں ندید کسے مہرہ مار را
 شرمندہ نیاز کنم ناز یار را تا پر شے کند من زار و زار را
 از دور آسے زود کہ بر باد می رود جان و دل حزیں کہ بدارم شمار را
 بر چشم ماست وقف تماشاے ایں چمن گل چوں جدا کنی شناسیم حنار را
 دامن بپا نہ پایہ ایں زندگی بود ایں سقف بے ستوں نہ سزا اعتبار را
 در چشم آں کہ یار دریں خانہ می رسد مرقیم جہلگی ز دل خود غبار را
 در شہر بس کہ شکوہ مارا جواب نیست کریم ہم کلام کنوں کو ہمار را
 در سوز عشق بس کہ بود زندگی دلا ز آتش جدا سازوے ایں شرار را
 پیر فلک سناست کہ در کجروی خویش ساز و عصائے عقل اگر پیشکار را
 نواب مستطاب کہ لائق علی بود قی دیوان نامدار شہ کامگار را
 از عقل و عدل و راہ مگر بخورد کہ او ۲ صداقتچار بہت از روزگار را
 از لطف خواہگی چہ بعیدست گر نواخت
 ماند عشق بندہ خدمت گزار را

۱۔ یہ غزل ایک پرزہ سے (جس پر بطور مسودہ کچھ پیل سے لکھی گئی تھی) طبری شکل سے نقل کی گئی ہے۔ یہی مدحیہ پرانی ٹپکنے کی وجہ سے
 مٹ گئی تھی جو پڑھنے نہ جاسکے۔ ۱۲

ز اهل دنیا روش ملت و ایمان مطلب
 خواهش وصل مکن صحبت جانان مطلب
 سینه در بخودی خویش همه چاکه دم
 تا مگر نشود دل چه صفا می جوئی
 زلف درویش نگر و دل زنده اب برادر
 خون بیکرنگی دل جوش زند از بوی
 دشت آباد هم دشت دلت می شه
 در ره شوق اگر سر سلامت باشد
 نور در دیده مشتاق مناسند هرگز
 در میان نیت کنوں چون سخن بوس و کنار
 سخن مطلب دل در غم هجرش شه
 ایدل از ماندن بسیار ز بس برگردید

کافر اند دریں ویر سلمان مطلب
 باش آسوده و لا آفت هجران مطلب
 از من اے دست جنون تا گر یابا مطلب
 گر بطلما ت نه چشمه حیواں مطلب
 کافر زلف بشو جز رختن یان مطلب
 جز گل نغمه بلبل ز گلستان مطلب
 گر تو گزشته نه قیس بیابان مطلب
 سود سودا بکن دکار با ماں مطلب
 فرصت دیدن از آن صاعقه جلاں مطلب
 دل نخواه از من ناکام و در جای مطلب
 نامه شوق مرا جز شرافان مطلب
 میوه مطلب راں سرو حراماں مطلب

بخت گریا ر شود عشق ترا در هر کار

حسن بلقیس طلب تخت سلیمان مطلب

به بزم میکشی چشم چراغ روشن است مشب
 نه بیابانی بدل دارم نه بلب شیون است مشب
 طرف با مهر لسان بکیر وزن است مشب

که مست ناز من بیگانه از خود با من است مشب
 که زلف دهنش اندوه من برهن است مشب
 که مهر و درین کاشانه پروا فکن است مشب

کہ ہر سرو چرخاں شکِ نخلِ مینِ ستِ اشب
 بہارِ آرزو خندانِ لہِ گلشنِ ستِ اشب
 گلِ عیشِ دسرو میں کہ خرمِ خرمِ ستِ اشب
 زہرِ شومِ نمایاں نورِ صبحِ روشنِ ستِ اشب
 دلِ شبِ گروما زلفِ جانانِ مسکنِ ستِ اشب
 چراغِ مطلبم را تر زبانیِ روغنِ ستِ اشب
 کہ با جانانِ میرِ نسبتِ جانِ تنِ ستِ اشب
 ز لہجہ بامِ کنعاں بیکِ پیراہنِ ستِ اشب
 کہ پیدا صبحِ محشر زانِ بیاضِ گدازِ ستِ اشب
 کہ یارِ دوستِ دشمنِ حلقہِ دشمنِ دشمنِ ستِ اشب
 نفسِ بر صبحِ جانانِ غیرِ بادِ امنِ ستِ اشب

چہاں از جلوه شوخی شبتان روشنِ ستِ اشب
 بکامِ خود گل از شاخِ گلے از بسکہ میِ عینم
 کجا گنجِ زیاری بدامانِ سحرِ آہنِ سر
 شبِ عشاق را بنود سحرِ آما ز روئے او
 پریشانیِ جمعیتِ کشید آخرِ بحمدِ اللہ
 نذرِ شمعِ ہم بارِ دریں خلوتِ کہ من دارم
 خبر از جانِ و تنِ اصلاً ندارم در وصالِ او
 خیالِ یارِ خوابِ صل بنماید مرا ہر دم
 بود ز نقشِ بدستِ من سچا نامہ اعمال
 منور دیدہ بنجم بود از کحلِ بیداری
 چہ میوزد کہ جانانِ ہمدوم و مساز من گردید

نفس دارم چو مصروفِ نیاز بے نیازیِ عشق

بخوابِ نازا و بیداریم پہلو زنِ ستِ اشب

از گلِ مقصودِ پر دستِ دُعاے غدلیب
 شد ہوا نو بہارِ آخرِ نو اے غدلیب
 می نماید شاخِ گلِ تاجِ و لو اے غدلیب
 تر زبانِ ہر برگِ گلِ میں و زینا غدلیب

ناہائے بے اثرِ حاجتِ رواے غدلیب
 زنگِ و بوے گلِ نمایاں در نو اے غدلیب
 سایہ گلبنِ بود ظلِ ہماے غدلیب
 عشقِ رادلِ دادنِ از بسکِ حزنِ فدا دہ

گل اگر از خون دل رنگیں کند پیر منہش
 ہرچہ باد اباد شاخ گل نشین کردست
 عاشقی باشد گل داغ غلامی بیگیاں
 دوستی گوئی کہ اینجا صلح دشمن بودست
 معنی الفت نباشد غیر غفلت دشمنی
 باز دامن مالہ پر در داو حیرت فرات
 آشیان و دام و بتان و نفس سازگار
 بود در دشت طلب کشتہ بیچارہ
 سینہ صد چاک را ماند قفس گر بنگری
 خار بیارست یا گل زیں سبب ندیشیت

شد یہ زود و آہ او قبائے غدلیب
 فتہائے آرزو و مدعائے غدلیب
 گشت رائج زیں سبب بیچ و تر غدلیب
 بازی بیدر و مردم جنگہائے غدلیب
 بگذر و دور ذکر گل صبح مسائے غدلیب
 صحن گلشن بہت اگر دارا شقائے غدلیب
 آہ ازیں آزار و دور و بیدوائے غدلیب
 بوائے گل گردید آخر رہنمائے غدلیب
 از فغا تہائے اسیر بیخطائے غدلیب
 از برائے عقدہ مشککشائے غدلیب

بسکہ معنی ہائے رنگیں گل کند از فکر عشق

از صبر پر خامہ اش بنو نوائے غدلیب

گل بدست خود ندارد از برائے غدلیب
 مشعل گلشن شد از شعلہ فریاد او
 بسکہ ما ہم دل بخوے بیوفائے وادعایم
 غنچہ از گلشن اسرار باشد آں دہان
 در چین آں غنچہ لب نگیں بیانی چون نمو

بینوا ماند گدائے بانوائے غدلیب
 آتش دل سوخت از ستر تابا غدلیب
 می برد از کار مارا نا لہائے غدلیب
 از نئے قلیان او بنو نوائے غدلیب
 گل شنا خواں تر شد از دت سر غدلیب

عاشق و معشوق ہر ازند و ہم آواز ہم
 بسکہ از صبا و گلچین نیست خالی این چمن
 کر بود گوش گل و میرحم باشد باغبان
 در ریش ساز و فدا ہر لحظہ جان تازہ
 جلوہ در گلشن نمود و شد گرفتار قفس
 دشمنی یا یکدگر لازم بود در عاشقا
 عاشقاں را شادی غیر از غم معشوق نیست
 گر ہوس داری دل خود را کنی در باغ غم
 زنگ می ریزد بجائے خون بہر سو اعجب

عشق را در مجلس دیواں کہ دید و این گفت

در چمن خالی مبادا گاہ جائے غلیب

پردہ کلبانگ می باشد صدائے غدلیب
 آں بلائے گل برآمدن بلائے غدلیب
 پس چہ حال زیں ہمہ شور کجا غدلیب
 چوں سیم گلشن آمد جانفزائے غدلیب
 آتیاں خوش بود جہانزوائے غدلیب
 غدلیب کیس نہایت آشنائے غدلیب
 خار خار گل بود و درود و دعا غدلیب
 ناز گل آں سہیل میں سوا دعا غدلیب
 گر چہ ایں بزمست میدان دعا غدلیب

بقدر چشم انجم میں بدل داغ بہار شب
 بجائے مشک بر ہر داغ تن شد نور بار شب
 مقرر بود گوئی از پئے بوسن کنار شب
 کہ صبا و دل عالم مرا باشد بکار شب
 بنائے عیش و شادی می نماید پادار شب
 نرا کہنائے ناز شراب کہ کردم زیر بار شب

نماید از چراغاں بسکہ رشک لہ زار شب
 گدائے ماہر و در پردہ دار جلوہ فروز شب
 گرفت از من کنار آں بحر خوبی تشنہ بون شب
 چہ خوش خم ایسکہ بخت من بہ بیداری ہمیشہ شب
 بد و ریا غرضاتی غم دوراں نمی باشد
 اگر ضعفم نہ روی جاں طفیل سخت جانیہا

کسے جبرِ شمعِ محفل کے ناپید شکرِ شب

بجوشِ مستی شادی نباشد گریہ شادی
کہ ہر تلخ تو باشد چوں شرابِ شکرِ شب

کن دور گردِ حرمِ چو با شمی ضما طلب
تا کہ دل تو غنچہ باغِ فسر دگی
ور در تو قوت و قوتِ جانِ خربین
اندوہ عشق را بدل شاد جاے وہ
در راہِ شوقِ نقشِ قدمِ نیز زہرنت
پائے طلبِ شکنجہ آزار خود مکن
کالِ عیارِ سکۂ داغ و فغانِ کالے
بر سرفرازی بارِ بلا استخوانِ شکن
دانی کہ دوتے بٹہا دتِ نہر سد
دنیا و آخرت طلبِ عامِ مردمست
خواہی وصالِ آں بتِ کافر اگر عشق
بر خیز عشقِ زود چہ غافل شستہ
آئینہ دافنِ خدا و استِ پاکِ اوست
ہر طلبے کہ بہت بخواہ از خدیوِ خود

گر میکشی چراغِ دلِ خود ہو اطلب
از آہِ سرد گرمیِ فیضِ صبا طلب
ایں درد را چگونہ توان شد و اطلب
ہماں عزیز بہت بعشرتِ سرِ اطلب
اندیشہ کن ز غولِ مشورِ ہنما طلب
ہر طلب تو از دلِ بے مدعا طلب
از یار و روزگارِ سراہِ ہر خفا طلب
ز نہار شرحِ آں زمینِ تبا طلب
در زیرِ تیغِ سر نہ ظلِ ہم اطلب
بیگانہ شوزِ خلق و مرادِ جفا طلب
چوں گویت کہ مطلبِ داز خدا طلب
دستِ دعا برا را ترشد دعا طلب
از خاکِ پائے شاہ و کن کیمیا طلب
اقبالِ آنجنابِ فضلِ خدا طلب

پابند باد سایه لطفش ز عدل وجود لائق علی است خلق و خدا را طلب

من مستحق خاص نوال عسیم تو

(مورخہ ۱۹ رزقہ ۱۳۲۵ھ)

ہر وقت و موقعے کہ بیابی مرا طلب

نہ زیرِ ننگِ مرا دست و پیش پا ننگ است

دلے بے عاشق خودہ کہ دل ترا ننگ است

براہِ شوخیِ حُسن اگر حیا ننگ است

زور و دوریِ آن خون گریست نہ زخم

ملامت است جوابِ فضیلتِ چہ کس

رسد ز دستِ بتے بیکہ ننگ بر سر ننگ

صفاست واسطہ زور بر گراں جانان

نگاہ در دلِ خود گر نمی کنی باے

بگو ہمارو او چشمہا کہ می بینی

چہ خوشنماست بیدیدہ چہ پر خفاست بد

دلے چو شیشہ مراست از کیت بہر

ز سرد و گرم شبِ روز تا کجا نالہ

یلِ زمانہ منم و وصفِ شعر و سخن

بدستِ بہتِ صدرِ جہانِ نگاہ کن

بلائے چرخ بسر نیز بر ملا ننگ است

طیبِ دست چو ہر کو کہ دوا ننگ است

تو شیشہ گیر بریں ننگ شیشہا ننگ است

تو دستِ ننگد لم طرفہ ما جہا ننگ است

کہ بر قسانی نخلِ مرا جہا ننگ است

بہ خرم کہ بہ پیشِ مرا کجا ننگ است

ز دستِ آبِ بفریاد آسایا ننگ است

بہیں کہ آئینہ خوب لانا ننگ است

بسوزِ عشق کس آہ در بکا ننگ است

بتجہ کہ سیم زہر خود بہا ننگ است

ملامت تو بہنِ شیخِ بیخا ننگ است

دلست در برمِ آخر نہ ایجا ننگ است

بدستِ آمدہ اینک عجب مرا ننگ است

کہ خاکِ زہر بود و لعلِ بے بہا ننگ است

نثارِ حضرتِ یادر علی سرمِ بادا بشوقِ درگش از سر کجا جدا سنگ است
 بانِ باد بود عشق تو پریشان گرد
 چو در هوا کے تو بینیم یا بجا سنگ است

سرخم گورداں نزا آباد است چکند بادش کہ فواد است
 لعلِ خاموش یارِ رانا زم کہ از دہر کسے بفریاد است
 من ز خاکِ رمشِ نیرخیم ناتوانی چنیں کہ افتاد است
 چشمِ مخمور آن بت ترسا آفتِ جان و دین زہاد است
 تاکہ منظورِ یار آئینہ شد دل چہ گویم خراب آباد است
 عہد ہائے تو یاد باد ترا انجہ تو گفتہ مرا یاد است
 بندِ زلفش دراز دید و بخود دل گماں می برد کہ آزاد است
 سیرِ بستاں مہی تو انم کرد بدلم فاستے چو شمشاد است
 برامیدے بود قیامِ جہاں حیثِ ایں خانہ بہست نیاد است
 حرفِ حزم چہ نقشِ شیریں شد خامہ ام تیشہ شوق فریاد است
 صحبتِ عشق و دختِ رز خوش باد

پیرِ دیرینہ تازہ داماد است خاکم از عشق آتش ایجا د است
 گریہ ام آب شد نغاں باد است

بیم و امید در دلم جا کرد
 ستم ادب و لطفها دارد
 زرد داغ و گهر ز اشکِ منش
 زندگی شد عذاب عاشق را
 غم و شادی هجر و وصلش نیست
 کاخ گرد و لبان نقش بر آب
 حسن محتاج من شود آحسر
 برگرفتار خود ترسم کن
 پس حسرات را کنم آباد
 شوق دیدار عشق را نازم
 که بعلم نظر چه استاد است

هر خدی که رفتن برش سهل سفر نیست
 جبر ز دو کانش همه از دید گذشتند
 در شوق بنا گوش تو جان داد دل من
 در آینه حیرت مآب جانش
 رو پوشش مشو یار که در خواب خیالت
 از کثرت داغ غم حشر تو چگونه
 شوق اگر تهمت دلا، هیچ خطر نیست
 نقش قدم آه و درای را بگذر نیست
 شمعیت که شرمندۀ فیضان بحر نیست
 زنگ چمن و آب گهر نور طس نیست
 صد بار بدیدیم و تراجیح خبر نیست
 یک لخط بشریت که صد شعله بشریت

ترسم کہ شر ز من اشکم ہمہ سوزو آہے خنکے نیت کہ آں برق اثر نیت
عجز من افتادہ رساند بدرد دست بے بال و پرے را پر پرواز دگر نیت
نیک و بد ہمہ یک رنگ ماند
آخر دل گزشتہ بگو یا رکجا رفت گر قطع نظر نیت بچشم تو بصر نیت
در خلوت (ماز) تو کسے را چو گذر نیت

ایں طرفہ کہ گم گشت گیش تا صد ماشد

آمد خبر یار و ز دل بیخ خبر نیت

چوں ستم مادر و لدا رچہ سودائے بہت در میاں دشت دل و چشم چو دریائے بہت

۱۔ اصل میں کوئی لفظ رہ گیا ہے "گیتی" دنیا، عالم۔ یہ تینوں لفظ غالباً یہاں بیٹھ سکتے ہیں ۱۲
۲۔ اس کے بعد کا لفظ (ماز) پڑھا نہیں گیا کاغذ پھا ہوا تھا اُنے لفظ بھی شکل سمجھ میں آ رہا تھا "ماز" کا لفظ تیار طر پر حکمر صبح پور کو دیا
۳۔ مولانا حالی جب حیدرآباد تشریف لائے تھے تو والد ایک ملاقات میں مولانا سے فرماتے تھے کہ آپ کی غزل گیلے بہت
حیدرآباد آئی تھی اس طرح یہاں عرہ ہوا تھا غالباً یہ غزل اسی مشاعرہ کیلئے موزوں لگی تھی مولانا حالی کے مجرہ منظومات فارسی
میں غزل مذکور موجود ہے جس کا مطلع ہے۔

یار با تست گرت جذبہ گیلے بہت یوسف آ خر و دا بجا کہ ز لجا ئے بہت

اسی ملاقات میں مولانا حالی نے مولوی عبد العلی صاحب دالہ مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے ان رباعیات
کو سنایا تھا جو انہوں نے والد مرحوم کی رباعیات مدحیہ کے جواب اور تحفہ شیرینی کے شکریہ میں کہی تھیں۔
جوان کی کلیات میں درج ہیں۔ اس وقت تک مولانا کو معلوم نہ تھا کہ والد صاحب الد مرحوم کے چچا اور
صاحب یوان ہذا کے علاقائی بھائی ہوتے ہیں۔ وہ ان کی شکل و شمائل اور رنگ روپ ان کو ایرانی سمجھتے تھے
راقم الحروف بھی اس ملاقات کے وقت موجود تھا۔ اس لئے بمناسبت مقام اس واقعہ کو درج

کر دیا گیا۔ ۱۳

غلق گوئید مرا شوخ دل آرائے ہست
 کز حجاب نگہ شوخ تو ایماے ہست
 بر سر خار اگر آبلہ پائے ہست
 کہ تہی کا سہ فلک زراں ہمہ مینا ہست
 شاہبازیت کہ با پنچہ گیرائے ہست
 دل بے صبر کجا جان شکیبائے ہست
 چوں نکومی نگر م زنگ تمنائے ہست
 روئے ہر یک نگر اندامائے ہست
 نیم جاننش چو کنوں برب گویائے ہست

کس گرفتار بدام تو نگر دید ہنوز
 عشق بیچارہ شنیدیم کہ شیدائے ہست

دیدہ حیران ما آئینہ ساں دیدن شد
 در خموشی نا لہا کریم و شنیدن شد
 آں تن چوں سیم وز رویدی و وز دیدن شد
 رفتہ خود را بسوئے خویش نکشیدن شد
 بیدماغی فرصت یک جام نوشیدن شد
 ایں قدر لعل لبش بار یک لیسیدن شد

بادل خستہ و بد حال کہ بنیند مدام
 مست گردیم دو گر پردہ ناموس دریم
 در رہ شوق ہمیں دیدہ خونبار ہیں
 سہر مہرازے عشق تو چہا شیشہ و خم
 طائر دل چہ رود از نگہ و مثر گانش
 زلف پرتاب و لبش دم نرند آہ مرا
 ایں تبسم نبود بر لب خو نخواستار ترا
 صورت دیدن حسرت نشد و شامان
 عاشق از تو بزد حرف و شنیدن دارد

بین نگہ و رویدن ناز تو رنجیدن شد
 از حجاب عاشقی اے شوخ پرسیدن شد
 خوش نگہبان بود ایجاں چشم مشتاق نش
 با چنین دشت کہ دار چشم جانان حیرت آ
 ساقی ما بود و در یاد دل و لے مارا چہ سود
 خوش بزرگ پان خورد و خون دل مشتاق را

چون گریم خون کنوں و خشک سال شوق او
چوں کنم زار و زبوں از کردہ خود گشتہ ام
باغ حشمت صد گل نیز نگہ نموده وے
رشتہ دار زلف بیا بی ز سوز داغ کیت
حسرتے بارید از چشم کہ باریدن بنداشت
زشت خوئے را بحسن رو سپیدین بنداشت
اضطراب دل بشوقش تاب گل چین بنداشت
ایں قدر دود و نفس زیر پیش چیدین بنداشت

خوب شد ہر شعر و قف حسنِ قلا شانہ شد
بے بہا آمد متاعِ عشق و از زیدین بنداشت

بد کفایتے گناہ بوسہ دزدیدن بنداشت
شد ستم آنے مالہ بر من ہرزہ کوشیدن بنداشت
آبے تاب دل عشق و از زیں گل کردہ آہ
ہر گل باغ جہاں شفتہ می سازد داغ
خاص چوں از بہر او دام تغافل چید بود
ایں نمانشہ گاہ ہر فرزانیہ را دیوانہ ساخت
شرکائی سر بکار دل صد چاک بود
ز اشک رویش پاک کردن دیدہ ترشک است
آبرویش ز آتش شوق دیش برباد رفت
عقد ہا افتاد و در کار پریشانی مرا
از عتاب باز تریدیم ترسیدن بنداشت
نا رسایا ہا گوش اورسانیدن بنداشت
اشک خون و پیشیں بر جسم باریدن بنداشت
بوئے عطر دل کش خلق تو بوئیدن بنداشت
صید ما چنداں بخو و بالید گنجین بنداشت
خندہ برو ضحج جہاں کردنم خندیدن بنداشت
شانہ بزرگش عبث پیچید چیدین بنداشت
آں نزاکت پیشیہ اید تاب گل چین بنداشت
می طبع عاشق نہان بر خاک غلطیدن بنداشت
مصرع پیچیدہ زلف تو فہمیدن بنداشت

برہم رنگِ سخن در گوش دہا در دشت
ایں قد زخون دلم چوں باد جوشیدن شد

اشتباہ ننگ تو بر رسم تو غالب شد آہ

اے شکر جرم عشق زار بخشیدن شد

دل بشوق و دیش از جو ترسیدن شد
چشم پوشیدیم ز نیاں روئے او دیدن شد
دائے آئینہ پاشیدیم و پاشیدن شد
سر و آہ از اشک بالید و بالیدن شد
ایں چہ استغاثت ایجاں و قریب گشت
حال بخور فراق از دور پرسیدن شد
ایدل از جرات نبود عشق در زیدن شد
عاقبت رسوا شدی از ترس ترسیدن شد
بے سرو پا گشتہ ام ہر چہ در سوداے تو
در خیالم جز سر کوئے تو گر دیدن شد
سردام شہرت اے مجنون تما و آخر ترا
پائے در دامانِ دشت و کوہ چیدن شد
غافلے بیمار ہجرت رفت در ملک بقا
در کمال ضعف خود از جائے خمیدن شد
غیرت من در طلب زان شان نگذاشت شد
رُومیش پائے او ہر کام مالیدن شد

از ہلال ابرو جانان اشارت دیدہ ام

پیش ازیں حسیم نرا زم عشق کاہیدن شد

تافس چوں دو زلف یار چیدن شد
بجئے داغ دل ز حرفِ با ترا دیدن شد
در خیال وصل او در خواب خندیدن شد
چوں شدم ہشیار یکیاں ز ازالیدن شد
پند من دیدی دلا انفس نشیدن شد
بنوا کنوں صدمامت روئے او دیدن شد
آتش در حسیم جان ز محبت دل افست
ما بگر شمع گر دیدیم و گر دیدن شد

نشہ در دہر شوقش و دہلا گشتہ است
 شوخیم میں دوش و در ہش بوسیدم دہاں
 در ہواے شوق او ایدل چو میل زری بخود
 ہر کسے بر جائے من اکنوں بگریزار زار
 یارست خواب زو من چہیں بیدار حیف
 تبار چشمے رسید از ما ز ہم پاشید آہ

صندل از خاک ہش بر جہہ مالیدن نہا
 یار و ابید از من جائے بوسیدن نہا
 بر سر آں شعلہ خوچوں باد چسپیدن نہا
 حیف بر دیوانگان عشق خندیدن نہا
 عشق در یک پیرن با حسن خوابیدن نہا
 و فر جمعیت احباب پالیدن نہا

انتیاز آخر شبک شد در نظر با آہ عشق

با گہر شعر مرا سنجید سنجیدن نہا

آہ عذر رنگاں عیار نشیندن نہا
 یک نظر بس بود دیگر سیرا و دیدن نہا
 انتظام کشت و خوں برگردن قائل بماند
 گرا جازت داد بہر دیدن خود بس نبود
 بے سرو پایے ترا در جستجوے قیس بس
 بے نیازش راز سرخاریدن مطلب چکار
 کہ شود قوت گواراے جنوں ایں داناہا
 بقراری از دل من یافت تسکین عاقبت
 میں گلوئے خشک و فوارہ خون گشتہ است

پر مکان غیری شد در ہش دیدن نہا
 جز رخ از ہر جہہ باشد چشم پوشیدن نہا
 ایں قدر و دیدنم اہمال و زردیدن نہا
 مانع ط کردیم از دے وقت پریدن نہا
 سر زخار پائے خود در راہ خاریدن نہا
 آہ محرومی کف افسوس مالیدن نہا
 از دہان زخم باز بخیر خائبیدن نہا
 ایں نمط سیما بر آئینہ چسپیدن نہا
 ایں قدر کشتہ خود تیغ باریدن نہا

ہیکس نادان ترازا ہد نباشد و جہاں از خدائے مہربان ترسید ترسیدن شد

در قبول و رد عرض حال عشق افاشد

ہر سرے در بزم او چون شمع جنبیدن شد

ایں قدر زاهد شوق حور از دیدن شد
 (از تو راضی شد ہمہ) ایدت رنجیدن شد
 چوں شود از خواب ز آں فتنہ گریدا رہ
 خوش لبِ علتِ بخونم میکند بازی مدام
 مابہ تنہائی زبانِ خامشی بکشودہ ایم
 مجمع گل با پریشان نالہ بلبل کجاست
 دم مزن از ہستی خود گاہ بہت و گاہ نیت
 یکدم نبود کہ از مہر تو ام ایماہ نیت
 رئے و خوئے آتشین است بس کہ باشد دلنش
 من شہید عشوہ بیدار از تگشتہ ام
 گاہ گلہ می کشاید بر رخ امید ما
 دل نمیداند کہ چوں سازد بسوز خوشین
 گر کشم آہے بہ پیشت میرسد نیرے دل
 بہ کہ معدوش شماری خواہ بہت و خواہ نیت
 دل بسوزد نالہ برب و دگر چوں آہ نیت
 نیت در عالم دلے ایجان آتش گاہ نیت
 گوش بر نہ غیرہ، و ہچ در انواہ نیت
 یک در لطفے کہ غیر از باب صدا کرانیت
 آتش لعلش ز خط تا آب ز برکات نیت
 وہ کہ جرے سر نزد از من کہ با و فراہ نیت

اے عزیزاں سحرِ بابل، غمِ بخشِ دل را نمود
یوسفِ گم گشتہ مارا اگر زباز چاہِ نیت
عکسِ حُسنِ بے نظیرش در دلِ درویدہ
انجمنِ یمنہ ہاگور و کشِ اشباہِ نیت
جلوہِ ہائے حُسنِ تو از بسکہ ہر جایش گرت
دلِ عشقت در دلِ تنگِ کنون با نیت
عشقِ حیرانم کہ در توصیفِ آن سر و بلند

۱۔ عجیبِ اتفاق ہے حضرت عشق کے جس قدر مسودات میرے پاس موجود تھے اُن کو مرتبہ رخصتا کر کے مطبع کو روانہ کر دیا گیا تھا کہ یہ غزل اور اس کے ساتھ اور متعدد غزلیں جو اپنی اپنی جگہ طبع کر دی گئی ہیں مجھ کو بمقامِ راجپوت شاہِ باقی صاحب کی ایک بیاض میں بتیاب ہوئیں جس کا شان و گمان بھی نہ تھا والد مرحوم کے منظومات میں میں نے ایک رباعی شاہِ باقی صاحب کی مدح میں لکھی تھی جو مدخل میں جب کہ مدخلِ لنگسور کا ایک قلم تھا تحصیلدار تھے۔ اس سے زیادہ مجھے شاہ صاحب کا کوئی حال معلوم نہ تھا میں نے اُن کے متعلق یہاں بعض لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے باقیاتِ الصالحات میں ایک فرزند محمد محمود صاحب یہاں مقیم ہیں اور اُن کے پاس شاہ صاحب کا ذخیرہ کتب بھی موجود ہے جب اُن کو یہاں میری موجودگی کی اطلاع ملی تو قدیم ردِ اباط کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ خود مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ بہت مفید ہو گئے ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کی عمر ہے لیکن ہوش و حواس درست ہیں۔ شاہ صاحبِ ردِ الد مرحوم کے حالات اور قدیم واقعاتِ ابدیدہ ہو کر بیان کرتے تھے میں بھی اُن کے دولت خانہ پر کئی مرتبہ حاضر ہوا اپنی ساری کتابیں میرے سامنے لا کر رکھ دیں اور بہت محبت اور رعایتِ بزرگانہ کے ساتھ پیش آئے شاہ صاحب نے تصوف کی کتابوں کا اچھا ذخیرہ جمع کیا تھا اپنی کتابوں میں بیاض مذکورۃ الصدر اور شاہ صاحب کا دیوان اور مناشات اور بعض دوسرے رسائل دیکھنے میں آئے ۱۲-۱۷ شہرِ کوئٹہ ۱۳۴۳ھ بمقامِ راجپوت (جامع دیوان)

نوٹ:۔ انیسویں ہے کہ دورانِ طباعت میں اُن کا انتقال ہو گیا (۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء)۔

فہم تھا صراہند لیکن زباں کوتاہ نیست

ہر شب کنم ز طرہ طرار یار بحث
ہر روز می رود ز رخ نور بار بحث
لب بستہ ام کہ بیج نیاید بکار بحث
یک خامشی ز یار و ز من صد ہزار بحث
دو د چراغ کشتہ پر نور دل بود
شمع دماغ سوز زباں زندہ بار بحث
ہر سادہ دل فریب ز رنگینیش خورد
گلہائے داغ دارد و باشد ہزار بحث
دعوت ہمیں خوش است کہ ثابت نمی شود
ہرگز مدار کار محبت مدار بحث
گفت و شنید ہر دو گواہان صادق اند
در عاشقی نیامد مقصد ہزار بحث
مثنای وصل با شمع حجت چہ حاجت
ایکال تتم بود من بقرار بحث
شادم نہ اندیس کہ غبار مہیادفت
آں نے سوار را بن خاکسار بحث

دائم دلیل شوق بجائے نمیرسد

کم کم مباد عشق شود بے شمار بحث

بیچارہ من چشم ترحم چہ تو اں کرد
بستد مرا بر تو چو مردم چہ تو اں کرد
شد چشم ترم غیرت فلزم چہ تو اں کرد
بتیابی دل رشک تلامم چہ تو اں کرد
از گریہ مرا چارہ نباشد بفرات
بے مہر بود جلوہ انجم چہ تو اں کرد
صد خواہش دل تا بلیم آمد و گشت
نہ صبر نہ یارے تکلم چہ تو اں کرد
تا سرخ کند چشم ترم را بتماشا
شد لعل تو ہر نگ تبسم چہ تو اں کرد
کو خواب ہجرتو کریں دیدہ و مژگان
ہر خار بود بستر قائم چہ تو اں کرد

باطالع ناساز در اندوه جدائی
ساقی ز لب نوش کرم کن دوسیه
بیزار ز انصاف چو شد یارِ ستمکار
جورست و بجا شیوه خوبان دل آزا
دل میرود از خویش بشوقِ دین او
خود خضر درین راه زندگم چه توان کرد
جز ناله جانگاه ترنم چه توان کرد
من تشنه و خالی شده هر دم چه توان کرد
خاموش نشینم نظم چه توان کرد
بالطبع چنینند تحکم چه توان کرد
در حالتِ خود عشقِ همی گفت تکرار

بستند مرا بر تو چو مردم چه توان کرد

گر تباد همه خورشید کج صبح شود
انتظار است مرا شمع شب و هنوز
بنگمه از بندِ گریبان تو آزاد نشد
شب بسودا سر زلف سیه میگذرد
بادِ خواب خدا یا بکند بهوشش
شمع دل زنده شبهای غم را چه خبر
زنده شوق تو از بسکه بسک روح بود
ورد نام تو شبِ روز بیا میدارد
معنی جلوه خورشید رخنه تا فهمد
شام از طلعت آن و قاصص شود
سینه را و انکند یار که تا صبح شود
روئے از مهر کجایار جدا صبح شود
کاش در نور بنا گوش شام صبح شود
تشنه وصل مگر روزه کشا صبح شود
بهر عالم همه گو روح فنا صبح شود
مخود و پیروئی باد صبا صبح شود
عاشق تو نه همین گرم دعا صبح شود
صورت آینه صدق و صف صبح شود

رقم مہر تو بردل کشدومی ترسد کہ ز انجم نقطہ سہونا صبح شود
 کوکب طالع من عشق کہ زخشاں بادا
 نگذارو کہ شب قدر مرا صبح شود

سر گرم فغاں بلبلِ پختہ چمن شد
 بیکزنگی ما باز چہ نیرنگ بر آرد
 نظارگی باغ تاشائے توحیران
 ز آثار حیاتم بفراق تو چہ پرسی
 خون دل من جوش زند در خیم زلفش
 در شوق حدیث ہمہ تن گوش باندیم
 یارب یکہ گویم و چہ گویم کہ چال است
 شاید کہ تو ہم قدر من اید و ستاشی
 میں جوش بہار دل پر داغ من اید
 شوق تو عجب فتنہ گر آمد چہ کنم آہ
 بر باد چو بولے گل ازین رنگ چمن شد
 رنگے کہ بدل بود زخوں صرف سخن شد
 رونے تو گمے گل بود و گاہ سمن شد
 دانی کہ جدا جان عزیزم ربن شد
 بر باد چہار رایحہ مشکِ خن شد
 کردی تو نگاہے کہ بہ از حرف و ناسد
 شرمندگی عشق مرا مہر دہن شد
 کز بہر ہنس عشق تو ام پیشہ دہن شد
 از پر تو رونے تو چو آئینہ ہمین شد
 آندل کہ چو جاں دامنش دشمن من شد

ریخ سفر و رحمت غربت نشناسم
 غربت کہ مینہانہ مرا عشق وطن شد

از خویش دلم در پئے آرام وطن شد
 دانی کہ جہا بر سر من رفت بہجراں
 ایں باعث گمراہی آوارہ شدن شد
 تن جہمت جانم شد و جاں آفت تن شد

از سوزشِ دل نیت مرا فرصت یکدم
آخر دل دیوانہ چہ ہیشیا برآمد
بیتابی دل را بہوائے تو تارست
از مطلب خود هیچ نگفتم و نفہمید
جان بازی خود بر سر خود خوب بہ بند
از بس بہوائے تو بود باز شب و روز
دارستہ دلم با ہمہ آشفۃ نظامی
در سیر بہار گل داغِ دل خوشیم

ہر مالہ نور اسبابِ داغ کہن شد
کز لطف جفا کہ تو ممنون مین شد
دریاب ز خاکم کہ ہتی جسکہ کفن شد
ہمیش چہ رسا گشت و چہ وفا دہن شد
باز گیر دل را کہ فغاں ہاش رس شد
از دیدہ من آرزو گرم شدن شد
بچوں واقف آں مخزنِ اثر دہن شد
تا دور ز چشمِ ترم آں رشکِ چمن شد

بیا سخن بہت دے عشق چہ گوید
در خلوتِ دل تو کہ دشوار سخن شد

ہر خید کہ دشوار تر از حرف زدن شد
ہر تلخ کہ گفتی بمذاقم شکرین ست
از میوہ فردوس فریہ نخورد باز
نقشِ قدمِ ماز تو ہر جا کہ فدا د است
اے زلفِ مدہن شکستش شکنہا
ہر دمِ خیال تو نہاں دور بجائے
از مرہمِ کافور دمِ سرد برآمد

پیر سوز لبِ لعل تو بسیار سخن شد
نازم بدہان تو عجب سحر سخن شد
شیدائے تو دل دادہ مارِ نج و قن شد
از پردہ چشمِ ترم من سرش نلگن شد
مارا دلِ صد پارہ ترا پارہ تن شد
شیدائے تو ایجاں تنِ تنہا زطن شد
تا پنبہ زخمِ حکرم ناخنِ من شد

آمد کہ برد دل ز ادبِ سیح نگفتم
دستے کہ بدل دشتش پیش دهن شد
در نیل شبِ ہجر مکش جامہٴ عجزم
چوں بہر شہیدان تو مہتاب کفن شد
آن دل کہ ز مرغانِ چین باز میدی
افسوس کہ ہم ز مرز مہ زانغ وزغن شد
ہر معنی رنگین چو گل تازہ بود عشق

در سیر بہارم کہ مرا طبعِ چمن شد

چوں از لبِ خندان تو تقریب سخن شد
ہر غنچہٴ گل را بچمن باز دهن شد
بر خویش چرا زلفِ تولدِ شوخ نہ پدید
آرام کہ دل اگر آن پیچ شکن شد
تختِ فنِ عشق چہ آساں بود آیار
بالائے تو بس یک الف سینہٴ من شد
ما تم زدہٴ دل منم و بسچ نہ رسید
آن تازہ جواں تاو کہ دستور کہن شد
خود بے کسی کشتہٴ بیداد چہ باشد
از راہِ وفایش چو کفِ خاک کفن شد
چند آنکہ دلیرانہٴ دلم بود زبون گشت
آہوئے تو ای یار عجب شیر فلکُن شد
اے زنگ بہاراں ز مدادِ مدد کُن
از شاخِ گلِ خامدہ کاغذِ کسمن شد
باز رقیقِ خلطہٴ دل چیت چہ گویم
شکِ نیت کہ چوں ابطہٴ جادو بدن شد
آسودہٴ بخشیم ز سعی طلبِ تو
تا خاکِ رو شوقِ تو مارِ ہمتن شد
باشد بدم آنچہ مرا و در زبان ست
در شکلِ زباں لختِ دلِ من بدہن شد

در خاکِ دکا برد کلیدش مگر اے عشق

مسدود چہاں آہ در گنج سخن شد

صد محابا ہرے ساتی تباواں میرسد
از گل داغیکہ از بتان حراں میرسد
دیگراں را سیر گلشن این دل غوغا شد
در شب ہجران خیالی خواب وصلش می کنم
کے شود روزی مرا یارِ حیاتِ صومِ صال
شکوہا از شکوہ خود کردم و سودے نہاشت
نالہ دل کر ضعیفہا ست ہمزنگِ شمیم
میتوان آساں رفو کردن دل صد چاک
صد مبارکباد اے مشتِ بخارِ راہِ شوق
ترسِ تیغِ ابرو دیرِ مژہ ہیچ است ہیچ
کشتی امید را صد زحمتِ بیم است و باز
گر پریشان گفتگو با شتم مرا معذور دار

گردش چشمے بکارے پرتاں میرسد
دستِ سوزِ عشقِ ادول ابد الہا میرسد
یادِ آں شاخِ گل و سرِ خراماں میرسد
صد قیامت بر سرِ من باداواں میرسد
تشنہ کامِ دل را ہر روزہ ہجران میرسد
صد پشیمانی مرازاں ناپشیمان میرسد
کے بجوش آں گل از زلفِ پشیاں میرسد
زاں نگہ گر رشتہ و سوزن ز مرقاں میرسد
کو دکے بر مرکبِ نے برقِ جولاں میرسد
چوں شفاعتِ زاں لبِ شینِ جنال میرسد
بر کنارِ عفو تو از بحرِ عصیاں میرسد
در تبِ ہجر بے توبت بہ ہدیاں میرسد

عشق در الفت دلم آئینہ دارِ حیرت است

مشکل از مشکل برو آساں ز آساں میرسد

تا ز لیتیم نوشن شوقم شعار بود
رسوائے عشق در ہمہ شہر و دیار بود
دل داشتم بدلبر و دستم بکار بود
آں کو دک دلم کہ ترا در کنار بود

باغ امید خویش شده دل در بہار بُود
در بند زلف یا رچہ دیوانہ وار بُود
سرمایہ حیات مرا انتظار بُود
آرام بخش جان من بیقرار بُود
دیدم کہ عشق در رہِ مشکل گز از شوق

میرفت و بر ہوائے دل خود سوار بُود

شمعِ زباں بعشق تو خاموش می شود
خاموشی لبش بدلم جوش می شود
گاہے تمام چشم و گاہے گوش می شود
در پیشِ یار جملہ فراموش می شود
تا یار ماہ ہالہ آغوش می شود
شادی من بخصۃ چہ منشوش می شود
امشب کجا بود کہ نہ چوں دوش می شود
کوہ و دقار پیہ منقوش می شود
ارشادِ یار گویم و مے نوش می شود
لوحِ دلم از اں ہمہ منقوش می شود
زاں خواجہ کہ بندہ آغوش می شود

تا آن زمان کہ دیدہ بشوق اشکبار بُود
نازم بہ ہوشیاری بے آرزوئے دل
جاں را تارِ مژدہ وصل تو کردہ ام
بیابائی تو لے دل خود کام گوئ
دیدم کہ عشق

ظلمتِ حجابِ دل بہوش می شود
یارِ بچہ حالت کہ فریادِ مشکلت
عاشقِ بشوقِ روئے خوش و گفتگوئے او
ہر خندِ شکوہ اش بے یاد مینکنم
صد گردش فلکِ سیراید ز سرِ مگر
آید چو دیروز و روز و روز از برم کسے
ہر روز و عدہ تو بفسردا، ہمی رود
در جلوہ گاہِ شوخ قیامت خرامِ ما
ناگفتنی نہرا رگبوی کہ گوئی
جاد و نگارِ سرمہ و نہالہ دارِ کیت
گوئی کہ خود فریبتہ حسنِ خدمت ست

دانا دلم ز فیض نگاہ تو ساقیا
 ہر کس بد و پریم تو مست گزارہ ایت
 شادم بحال خویش کہ عیشم بکام ہست
 شرم گناہ مایہ فخر سب کوشتاں
 وارفتگاں پئے دل زارم گرفتہ اند
 غم بردلم ز رفتن شادی محال فیت
 گشتی کہ بے سرو پا میرود بشتوق
 مست و خراب بادہ سرچوش می شود
 جنت اگر دہند کہ مے نوش می شود
 ہر تلخی بیاد لبش نوش می شود
 نازاں بزہد شیخ ریا گوش می شود
 کوئی جرس بقافلہ جاکوش می شود
 خالیت خانہ صاحبش می شود
 در زیر بار عشق سبکدوش می شود

سرتا بیا قصور چو دیدست عشق را
 حسن تو عفو پاش و خطا پوش می شود

خواہش حرف گرا ز ناز شمانتواں کرد
 اضطراب دل اگر قبلہ نہ انتواں کرد
 شدہ خاک رہ ناز تو مرا روئے نیاز
 شکوہ از روئے نکوئے تو ہمیں رام ہیں
 توجہ دانی کہ فراق توجہ بیدار کند
 ساقیا شربت اندوہ ز بس پر گردش
 گرچہ از پیش خود آں شوخ مرا میراند
 عقدہ زلف کشادی کہ کشادی بندش
 بجموشی چہ تقاضاے ادا نتواں کرد
 خم ابروئے تو محرابِ عانتواں کرد
 ایں نماز بیت کہ اے یا قضا نتواں کرد
 کہ بچنے کہ بود مدح و ثنا نتواں کرد
 کہ جد آہ لب از شور بیا نتواں کرد
 بادہ عیش بہ پیمانہ مان نتواں کرد
 چوں تواں رفت اگر رقیبان نتواں کرد
 خوش اسیریت دل ماکہ رہا نتواں کرد

چہ تہاں کرد ز بیگانگیِ خوئے کسے در بر خود ز جدائش جدا نتواں کرد
سرایں گریہ مستانہ سلامت باشد شعلہ حسرت دیدار بیانتواں کرد
عشق در نغمہ ملبیل کہ خزاں دیدہ کلیت

چقدر رنگ ازیں سادہ نوانتواں کرد

خوش رالاف زن ز ہدیانتواں کرد ترک پیما نہ چو پیما نتواں کرد
ایں قدر خواہش دیدار بدل از چہ ہے دیدہ از شرم برآں چہ چو نوانتواں کرد
متکیہ گریہست لفضل و کرم دوست ترا بخلطائے کہ کنی، ہیج خطا نتواں کرد
بر لب دست و دم دیدہ نگہاں گشتہ است جز پئے دیدن رومئے تو دعا نتواں کرد
سجدہ شوق متباں داغ نہ پیشانیست آہ زیں شرم و گداز و نجان نتواں کرد
گر نہ برباد و ہد خاک مرا متیابی گردہ آئینہ ہار و بہو نتواں کرد
چشم تر پائے بگل کرد بکویت مارا خاک مارا بسر باد صبا نتواں کرد
اے جنوں لطف کن ز آبلہام پا افراز دشت پر خار و گداز رہنیا نتواں کرد
نظر ز گیس بیمار کسے در کارست آہ زیں درد و دل ماکہ دوانتواں کرد
سر نہ گرد کہ دورت ز دلم می ریزد سخنم آئینہ طبع رسا نتواں کرد

دبدم حسرت ہر کار بہن میگوید

کہ ز بیکاری خود عشق چہا نتواں کرد

خواہش میں دیوانہ ادا نتواں کرد لب پستم کہ ترا شکوہ بجا نتواں کرد

بسکہ درویدہ خوبار کے می گزرد
 بر ملا راز دل خویش بگفتن بہتر
 حسنِ ادخوانِ کرم چیدہ و من گرسنہ شیم
 قحطِ طاقت بود و مزرع امید خراب
 گرہ از بندِ قبا باز کردی مارا
 دل کہ بتیابی صد زنگ کشتی از خوش
 لذتِ نعمتِ جور تو بکامِ دل ماست
 لفظ و معنی شدہ اے یار بہم می شہم
 بنگاہے چو توانی کہ کشتی عاشق را

پاک از زنگِ حنا آں کفیا نتواں کرد
 عاشقِ آں بُتِ شوخیم حیا نتواں کرد
 شوق را منتظرِ بانگِ صلا نتواں کرد
 بارشِ گریہ بی پائیت و عانتواں کرد
 بیش ازیں پیر بہنِ صبر قبا نتواں کرد
 نقشِ بر خاطر آسودہ کما نتواں کرد
 گرز خوانِ کرمش زلہ ربا نتواں کرد
 کہ مرا از تو یہ شمشیر جدا نتواں کرد
 سہل کارے بود و ناز چہرانتواں کرد

ترسم اے عشقِ ز معشوق نداری نہاں
 واقفِ راز دلِ خویش ترا نتواں کرد

یادِ آں ناز و دادِ جور و جفا نتواں کرد
 بسکہ مارا خبر اے نالہ زمانتواں کرد
 حالتِ مشکلِ من آہِ ادب داندوس
 آشنایانِ ہمہ زیں بحرِ باطل رفتند
 وزرہِ شوقِ تو آخر تنِ تنہا ماند
 دل ز لعلِ لبِ تو چارہ خود می جوید

دلِ ناکامِ پشیمان و فانتواں کرد
 بربِ مازِ دلِ خویش شدہ جانتواں کرد
 صبر نتواں بغمِ عشق و مہکانتواں کرد
 ما بگردابِ فنا ویم شنانتواں کرد
 خضرِ کم گشتہ دلِ راہنما نتواں کرد
 یا ندانیم تو اں کردن دیا نتواں کرد

عشق گر لب من مہر خموشی بزند
 بشنوائیں نکتہ ز من خندہ مزن آگرو
 حل ہر سداش تا بجائے نتواں کرد
 زود بر خیزد اگر از دل من خوبست
 غنچہ آرزوئے ہست کہ و انتواں کرد
 و مہدم غنچہ لعش چو نفس میزدود
 ز انتظار تو چہ شرمندہ رجا نتواں کرد
 از گل خندہ او بویے میا نتواں کرد
 بجائے در پائے خم میکدہ تا نتواں کرد
 سایہ امن و سلامتہ فد بر سر ما
 کہ بدیں حیلہ ترا کامروا نتواں کرد
 مطلب بے غرضی آہ چہ اظہار کنم

آنچہ ہرگز نشنیدیم کہے میگوید

حرف عشق ست دریں چون چرا نتواں کرد

ز دم پا در رہ شوقش سر نہ پیداشد
 دے با عشوہ سانی دل خود شاد اگر دم
 ز سر ہم چو گذشتیم ناگہاں لدا پیداشد
 غبارم را بدل ایجاں مدہ روئیں گفتیم
 برفت آں شادی یکدم غم بسیار پیداشد
 نکر دم و یک روئے کفریں زہد ریائی را
 از آں آخر حکویم در میاں دیوار پیداشد
 شکستم سبچہ خود ناگہاں ز نار پیداشد

نبودش ہم زبان و سخن میتا جاودیش

بہستم من لب اے عشق و سر گرفتار پیداشد

حافظ قرآن روئے یاز تا دل کرد اند
 من ز ہول اضطراب میدان فارغم
 فکر یاد ہر چہ غیر ادت باطلی کرد اند
 تا مرا سی پارہ چون لعل حائل کرد اند

رہروانِ شوق را آسودگی ممکن نبود
دل رُخ خوب ترا آئینہ دارِ خوب بود
گرمی ہنگامہ پروانہ بجسرخستند
بویٰ اخلاصے بلطفِ ظاہری ہرگز نبود
در کشاکشہائے مرکِ زندگی افتادہ ام
بخشنش موجزن زاب گہر کردند باز
ہر کجا کشتی دل افتد نباشد بے خطر
دل رود بر چیم او پیش نہ بیند سول
مستمع سرگشتہ ہر وادی چوں قیس باش

منزلے در ہر قدم آں سو منزل کردہ اند
چوں کنم چوں پروانے چشمِ حائل کردہ اند
تا نگاہِ شوق مارا شمعِ محفل کردہ اند
دلبرانِ زیں دلہی ہایم چہ بیدل کردہ اند
کاں دو چشمِ نیمخوابم نیم بسل کردہ اند
دیدہ تادیدہ دیدارِ سائل کردہ اند
غم بود در یائے دانا یا سائل کردہ اند
مست صیاد است نہ شیرِ غافل کردہ اند
لبلی گفتار مارا چند محفل کردہ اند

در سمرنِ عشق سودائے نکاپو حیف حیف

چوں مرا زیں دیدہ تر یائے در گل کردہ اند

تامرا ہجورازاں شیریں شائل کردہ اند
کردہ اند احساں کہ مارا سخت جان ل کردہ اند
دخستے دادند اورا اقیق را زما سپرا
بر دل پر نورِ ماداغ سیرِ روزِ نہی شمت
ناز ہا بر یکے گر کردن خوش است انجام کار
ساکاں را مایہ آرام شد سرکشگی
تلخ کامیہائے عالمِ دل کردہ اند
بہر جو آں بتِ بیرحم قابل کردہ اند
گردل مارا بسوئے یار مائل کردہ اند
آجے تابِ مہر تازاں مافائل کردہ اند
عشق من چس تر از آغا ز کامل کردہ اند
جادوہ دشتِ طلب گوئی کہ منزل کردہ اند

ایکے محب در کینج تنہائی حیا دارانِ عشق
 در غور رسوائی دیوانگی ہر سنبود
 گو ہر یک نہ دل بود کش جو سندگان
 عشق بازی بازی طفل است سے عاقلان
 بسکہ باز و رجنوں زنجیر آہن ہیچ بود
 بازی باشد از ان در ہائے جنت بر رخم
 دامن امید پر کردند از گلہائے یکس
 نام آخر شہیدان شہادت گاہ عشق

راز دل را از خموشی نقل محفل کردہ اند
 تنگ عالم کردہ اند آنرا کہ غافل کردہ اند
 از محیط اضطرابِ دلش حاصل کردہ اند
 کار آسانی چرا بر خوش مشکل کردہ اند
 بند توایدل از ان مشکلیں سلاسل کردہ اند
 زخما گزشتہ مرقاں کہ در دل کردہ اند
 عیش مار تلخ ز ان شیریں شامل کردہ اند
 آفریں بدست و بر بازو قاتل کردہ اند

دیدہ و دل را نگاہ نظر دارند عشق

کنے نگاہے بر رنج و لذت غافل کردہ اند

بانالہ جاں سوز بگویش گذر افتاد
 در بزم چو بر جام شرابم نظر افتاد
 دل نشاد بود تا کہ بزل ف تو در افتاد
 عشقت نہ ہمیں پیرو جاں را بسر افتاد
 یارب چہ بلا شوق نگہ کار گرفتاد
 گزاری می عاشق نشیدی عجب نیست

چون شمع مرا شعلہ رفیق سفر افتاد
 چشم تو بیا و آمد و ہوشم ز سر افتاد
 سر رشته مقصود بدش مگر افتاد
 این تش تیر است کہ در شک تر افتاد
 در چشم زدن از مترہ لخت جگر افتاد
 کے دلکش گل نالہ مرغ سحر افتاد

گر دید ہوا خواہ چمن آں گل خنداں
 از یاد تو دل غنچہ صفت پرده نشین است
 ایں طرفہ مئے غم کہ نگنجد نخم چرخ
 آمد بسر خستہ خود بہر عیادت
 باشد خط پیشانی من سنگ جفایش
 دل دار نہ پرید گہ خواہش دل را
 از گریہ و زاری شب روز چہ حاصل
 نیز نگ جہانے بود آں نو گل رعنا
 ہر تلخ تو شیریں بود از قند مکر
 میخواست برد آنکہ من بے سرو پا را
 بزنا مدہ یک روزش زال لب شیریں
 حیران جمال تو ندانم کہ در آں زلف
 آں شمع کہ پروانہ اگستہ نظر ہا
 شعر و مخم گر چہ بود عیب سراسر

آتش ہمہ در جان نسیم حسہ افتاد
 خوش محرم را زیت کہ بن بخر افتاد
 چون تنگ تر آمد دل من بیشتر افتاد
 گوئی تو کہ جانے تین مردہ در افتاد
 ایں قرعہ بنام من دیوانہ بر افتاد
 دانست تمنا ہمہ از دل بدر افتاد
 در عشق کسے کار چو بازو روز را افتاد
 در چشم نیفا و عجب جسلوہ گر افتاد
 تلخی چہ کشم چوں ہذا قم شکر افتاد
 دستیت کہ از بہلہ براں خوش کمر افتاد
 شوریدہ دل من با مید و گر افتاد
 دل از نظرش یا کہ نظر پیشتر افتاد
 در چشم نیفا و عجب جسلوہ گر افتاد
 ایں عیب بہ بینید کہ رشک ہنر افتاد

حرف من آں گوش شنو عشق زرا عجاز
 باشد دید بیضا کہ بدست گہر افتاد

اگر کسے نہ پئے طرز یار گرید و خند
 خبر ز شادی و غم و لسان ما چوندارد
 بشوق سبب نندان او بشد ز خود دور
 فریخ و ف و ر جا گر گئے خورد بد عالم
 بسوز و ساز گوش چہ گفت سوختہ او
 بہر صبا ح ز بلبل چو دارا ہا بکند گوش
 سر و بخش غم او بس ست عاشق اورا
 بہ تنگ شغل و گر جز خانہ عاشق یارا
 بریم رشک بدوق سیاہ مشی رندی
 حضور عیسیٰ دوران و ہر مرض خسارہ
 بوضع نا درہ روزگار گرید و خند
 کجا چہ صرفہ برد گر ہزار گرید و خند
 کہ ہمچو طفل دل بقیار گرید و خند
 عجب مدار کہ او بار بار گرید و خند
 کہ شمع محفل مانے نگار گرید و خند
 چمن ز شبنم گل زار زار گرید و خند
 عبت چرا بخند انتظا گرید و خند
 گماں مبر کہ بعد تنگ عار گرید و خند
 کہ زیر سایہ ابر بہار گرید و خند
 بہ آستانہ ایں شہر یار گرید و خند

سخن ز عشق سراپم کیکہ دم زندا عشق

بوجد آید و بے اختیار گرید و خند

از کار بستہ جویم چشم کشاد باشد
 جز نام نامی تو مارا نہ یاد باشد
 آں کافر شکر شاید کہ یار گردد
 کز خامہ ام چو انگشت در کف زیاد باشد
 غیر تو ہیج نبود ایں اعتقاد باشد
 مارا از ما چو ہر دم شغل جہاد باشد

۱۔ ایک صحبت میں شاگر طہرانی نے جو حیدر آباد میں مقیم تھے اپنی غزل "زمانہ ہرمن حیران زار گرید و خند" کا
 مصرع پڑھ کر دعویٰ کیا تھا کہ اگر اس مجرور دیف میں لی غزل کیجیے گی شاعر جانوں اس طرح پیروہ ہوتا تھا غزل نسی عربیہ کیجیے گی ۲

آید ز خانہ بیرون تا از درم براند
 طفل سرشک ہر دم در کونے او دوانست
 محنت ز بہر حجت باشد قصور غفلت
 زاہد بیاوے خور باشد کہ در دل تو
 در راہ عشق آہم برد ز غمزدہ وقف است
 یک دانہ گوہر دل مارا کہ ز ادب باشد
 آں شہر یار خوبی آگہ نشد ز حالت
 اے عشق شہر تو گو در بلاد باشد

ز گونہ چوں دل قیس سرگرم داد باشد
 رد سوال بوسہ گو زیں مراد باشد
 زان نامہ کہ نوشت او در جواب مارا
 سرگرم سرو مہری آناہ شد و لیکن
 تاکہ بکام دشمن از دست دوست بشام
 نالاں بنا امید دی در ہجراد چو بشام
 کشتی دل ساحل از بحر غم رساند
 قرآن جس را میں تفسیر نقطہ شد
 زلف چو شام لیلی یوم التناوہ باشد
 کم گفتن از دہانت ایجان نہ یاد باشد
 مضمون لطیفہایش بس مستند باشد
 چند انکہ کینہ ازوے از ما و داد باشد
 چوں من کہے مباد اگر نامراد باشد
 زیں گونہ مصیبت چوں خانہ زاد باشد
 فریاد نا امید اں بادی مراد باشد
 اعظم ز خال مشکیں اینجا سودا باشد

بہر رواج یاراں سوداے خام نختند
 بازار عشق گرم از جوش کسا دہند

س آرزوئے لہاگر خود مراد باشد
 رب گلے کہ مارا شمع مراد باشد
 ضمون ناز قہد از بیت ابر واد
 سوں گریست چشمش ایدل مخور فریش
 در گفتگو بسیاں در خواب یابہستی
 از صبر و افراے آہ ہر خدیچہ چہستم
 ناصح بہ بند لب را تا زود تر بیوم
 گل از زبان غنچہ میکرد این حکایت
 از مکتب معلم طفلے کہ می گریزد
 در یاد قامت او بے آہ نیست تالہ

عاشق بہ نامرادی باید کہ شاد باشد
 باحسن صورت خود نیکو نہاد باشد
 باسادگی دل ماروشن سواد باشد
 گر صلح کرد با تو عین فساد باشد
 نامم نمی برد او دامن کہ یاد باشد
 درد دلے کہ دارم در اشتداد باشد
 بر آتش درونم حرف تو باد باشد
 وابستہ تباہی رویے کشاد باشد
 در ناز و دلبریا خود اوستاد باشد
 ایں طبعزاد موزوں خوش مترا باشد

شادی کن کہ ہر دم صد غم خوری بنادی

شاد آں کسیکہ در غم اے عشق شاد باشد

بہ موج بحر نور طوبہ او آسماں گم شد
 حضور دل مجو از من کہ دل خود از میاں گم شد
 بدور جویشیم او ز عالم الاماں گم شد
 کسے کے در جہان زبیاں نظر اں ہاں گم شد
 چو شبنم زار میگیریم کہ آں گل را کہم خداں

زمیں گم شد زباں گم شد خیم گم شد چنان گم شد
 سیم گشتی گرد شتم آخر ہماں گم شد
 چہ قدر انداز پیدا شد کہ از تیرنشاں گم شد
 تہ نہا من ز خود فرم کہ تم نام و نشاں گم شد
 ترجم ز دل او ہجو تاثیر از فناں گم شد

سرمے ز پیچ و تاب زلف او فہم دل
خبر آں ماہ بہم ہار نہ ارد سخت حیرانم
زمن باقی ہمیں بود سگش را جستجو کردم
جگر خواری مرا کار است در شوق لب لعلش
بسان شمع روشن جان من باشد زبان من
نہ دنیا دانم و عقبی نمود رازم لب سردام
بسنگ طامت از سبک مغزاں ہمی باشد
دل و جان خرب من دواں شد در کابو
حدیث آں ہاں باشد عجیب من نمی فہم

بیاں چنداں پریشاں شد کہ مطلب از یاکم شد
بدو آہ سوزانم سراسر آسمان گم شد
کف خاک پریشاں گشت مشت تنہا گم شد
ہمیں سختی است از دل دہان من زبان گم شد
زبان من اگر گم شد یقین ایند جاں گم شد
یقینی کردہ ام پیدا از آں دہم و کماں گم شد
تخل بود گر مارا دریں بار گراں گم شد
سوارے دیدہ ام در رہ کہ از دم غماں گم شد
بکج نیتی گویم کہ عمر جاوداں گم شد

تلاشی حسن دل جوئی کند چوں عشق آوارہ

عباں ہر خند پیش ما است اما در نہاں گم شد

بوا عظ کے دل فرزانہ دادند
بزنجیر جنوں چوں دانہ دادند
عزیز از جاں مرا جانانہ دادند
مرا دل غیرت پر دانہ دادند
لب لعلش حسریدارے ندارد
قیامت شد کہ مارا از دم صور

سر شور و شرستانہ دادند
چہ تسکین دل دیوانہ دادند
ولے با آشنا بیگانہ دادند
ز سوز او ترا پردانہ دادند
کہ نقد جاننش در بیعانہ دادند
فریب نعرہ مسنانہ دادند

دوائے دروین غربت شد آخسر
 کز رحمت پیش از میں در خانه دادند
 چغم کر خانه ام ایدل خراب است
 پے دیوانه خوش ویرانه دادند
 نشد کوتاه و عمر آمد سپایاں
 بیا و ما عجب افسانه دادند
 غم بے خان و مانی صیت اکنون
 مرا جا عشق در میخانه دادند

بکشت حسن آب و دانه دادند
 فریبت اے دل فرزانه دادند
 چہ می پرسی ز حال عاشقانیش
 دل و جاں در رهش مروانه دادند
 بسودایش دل صد چاک حیراں
 سوز لفتش بدست شانه دادند
 بنخدم چوں صدف بر سینہ چاک
 کہ از دل گوهر یک دانه دادند
 فسون و اعطی ما پُر اثر بود
 کہ رنداں دل بریں افتادند
 دلم کشتی بحسب آشنائی
 کہ مسکناں در کف بیگانه دادند
 ز حق مہربناں خواہم کہ از دل
 مرا ہم کعبہ و بُت خانه دادند
 دل و زنجیر زلف بتیغارش
 چہ آراے بایں دیوانه دادند
 مضامین غریب بے نوارا
 ز ہر بیمت دلا خوش خانه دادند
 بنگجد غم ز شادی در دل من
 چہ شادی از غم جانانہ دادند

چو عشق و بازی میرود زیر است
 بہ پیر ما دل طفلانہ دادند

قُربال من کنوں وہ چہ فلک بکام زد
 شکر گزارِ شایقان چون نشوند ہر زماں
 مت شد و سکت خم جام بنگ زد و گر
 داغ بود ز شرم آں محو بود بکاستن
 گشت ہا ز بندِ خود ماند بقید او اسیر
 مہر سپہ بے ثبات آئینہ دارِ آفتاب
 ہو شر بایں انجمن یوسف من شد آنچنان
 رہزنِ غمرہ از حجابِ پابروں کجا نہا
 بہر لاشِ عقل دیں من چہ کنم کجا روم
 تازہ و تر ندیدیم پیچ چس چون ز خنجر
 پیکِ صبا جز آہِ سرو از تو حکایتی نہ کرد
 عنبر زلف بوز و سیم بر م کجا بود
 نوبتِ شادمانیم در غم تست دل نواز

ناز کن بیا بگو با کہ شدی تو نام زد
 حرفِ نجاشی ببت با ہمہ لاکلام زد
 آنکہ ز چشمِ محل تو یک دوسہ بار جام زد
 لافِ کمال پیش تو تا کہ مہ تمام زد
 کامل مشکبار تو بہرِ دلم چہ دلم زد
 صبح اگر نواختا و بر سرِ خاک شام زد
 دست بفرق ہر یکجہ در عوضِ سلام زد
 قافلہ ہائے دل چساں باز بہر مقام زد
 راہِ صلاحِ عالمے آں بُتِ خوش خرام زد
 رنگِ گلِ حلالِ دلوئے کلِ حرام زد
 آتشِ تازہ در دلم آہ ازیں پیام زد
 آتشِ شوق در سرم وہ پیچیل خام زد
 کوسِ نشاطِ بزلکِ نالہ من مدام زد

حُسنِ چو سرکشی کند پیچِ جزاں مگر عی عشق

”ناز کن بیا بگو با کہ شدی تو نام زد“

غنچہ شمع ساں از یک نفس گل می شود
 ہر سودا دے از بیاضِ حسنِ کامل می شود
 خونِ ما از جوشِ سبچوں آبِ رزل می شود
 ہر گیاہِ گلِ زمینِ نازِ سبیل می شود

..... تامل می شود
 آفتاب بیت از جوش طربل می شود
 چون نگہاں دزد باشد مال مردم آن است
 بحث غیر آنجا که بحث بے تامل کام گیر
 در شب قدم بہار عینہ خواہد جلوہ کرد
 میکنی گلگشت کہسارے بیت جادو حرام
 در تہیز آنکہ غور شیدا است یا جانسوزین
 را نیم از کونے خود من پیش و پس دارم قدم
 قوت سر سنجہ افزاید فرنگی را بہند
 میسران ست ماخوین دلاں دست غیب
 شیر مال بدر آید از لب نان ہلال
 جاہلی عدا بود سرمایہ تو دوتاں

پس صحتہا کہ در خورد و سربل می شود
 کوزہ قند دہن را خندہ قلقل می شود
 از نگاہ ناز تا راج تعال می شود
 طالع ناکام من محو تامل می شود
 مہر ویش در حق مسکین چو کاکل می شود
 کبک بر خسار و زقار تو بیل می شود
 دیدہ در اول نظر محو تامل می شود
 ہمو آں گوہر کہ حیران تعافل می شود
 شانہ در زلف تباں دست نطال می شود
 زر بر غم گنج و کان زینہ کل می شود
 توکل می شود

ہر تعارف پیش این دمان تجاہل می شود

ناتواں عشق کرد نہت کاہل

رستہ بینی کہ کابل می شود

ہر چند رم ز مردم چشم آں غزال کرد
 چندیں گہر ز آبلہ پایائے مال کرد

بیرون ز دشت دل نتوانم قدم نہاد
 دریادلی شوق براہ طلب بہاں

چوں بلبلم چرا بگلستاں نمی برد
یک آبله نہ لب بجوایش بھی کشتا
جز در ولد ارمایانیت چوں جائے دگر
ایکے بامین نامزد گشتی بعالم ہوشدار
چوں شود انجام کار عشق یار سنگدل
در علاج ما طیبیاں عاقبت عاجز شد
تا تو در بازار رفتی سرسبز گردیدہ اند
آرزو جان مقصود دل عاشق توئی
ساتی دوراں بکام ما زیزد عرس
گل بجائے خار و بلبل زار باشد در چمن

شوق گل رخنے کہ ترا ہر زہ مال کرد
ہر خار خشک گر چہ زبان سوال کرد
چوں تو اں رفتن ازیں لمجا با و اگر
تا نگر دی در جہاں بدنام و رسوا دگر
من یکے بے صبر دل ہم ناشکیبا دگر
ہر یکے فکرے کند ہر دم زندہ را دگر
از دل و جان جراں مقصودا دگر
خواہش دیگر نداریم و تمنائے دگر
از دل خود کام خود داریم مینا دگر
رفت و بہر تماشا شد تماشا ئے دگر

طالع پر کار و داریم وہی نازیم عشق
دست از بہر سیر ما شدہ پائے دگر

بہ ازیں اندیشہ ایدل کے بود را دگر
راہ مشکل گزار و من ہمیں سرگرم شوق
باہتم از دردندان ز اں یاقوت لب
بزم مارا احتیاج بادہ انگورست
دست زیر سنگ تنہا از دل جاناں نیم

در تلاش خوشتین باہتم جوئے دگر
پانہا دم رفت طاقت چوں ہم پائے دگر
حرف حرفش میچکد کو لولائے دگر
زانکہ میباشیم ہر دم مست مہبایا دگر
ز آسمان ایم بر سر سنگ خارے دگر

ز اہداز پشانی تو رویا ہی ظاہر است
بارہا سر و گلستاں دیدہ ام بکشت نشد
دین و ایماں را کلم گشتہ سیما دگر
شور بحر شور در چشم نمی آید زبور
در زمین دل نشا تم سرور عجا دگر
ہست طبعم بحر شیرین گہرائی دگر
بے نیاز عشقم و در بند خشک تر نیم
دارم از چشم و دل خود دشت و دریا دگر

یار تے حے بدل سخت یا رخش
یار بیداں صفت کہ توئی گل بخارخ
با صبر وافرے بمن بقدر بخش
ایں خایم بین و مرا آن نگار بخش
مجنوں گہ ز آبلہ پایخار بخش
تخم اہل سجا کہ رہ انتظار بخش
از خون من بدست بلوریں نگار بخش
جام حیا بنر گس مخمور یا رخش
ساقی از دست تست مرا خوشگوار بخش
جائے گہے نہان و گہے آشکار بخش
داغ غم خزاں بدل لالہ زار بخش
دست و دل شکستہ مارا بکار بخش
گنجینہ بیت ایں بدل از دوار بخش
داغے ز دست خویش مرا یادگار بخش
اے دور چرخ گریہ متانہ ام یہیں
دروی غصہ صفا طرب ہر چہ میدہی
مست نگاہ و خندہ لعل لب تو ام
آمد بہار و چہرہ زے ہمو گل بکن
اے شوقِ وصل کار چو اتقا داشت
اید دست درد و داغ محبت چہ میکنی
دانم نشان ز دل نگہ از می بسینہ ام

بے اختیار دل نشو و پیش دل بساں
یار مرا ز لطفِ خود ایں اقتدار بخش
گر سوزِ شوق شعلہ رخسے میدہی چغم
اے کار سازِ دل بزم سازِ کار بخش
بے زردار عشق کُل داغِ مفلسی

از تخم آرزو بدلِ خود شترِ بخش

از دیدہ تا دیدہ چہ با شمی انگارنش
..... ندانند شانش

اقبال بیند
پر شور جہاں شد چو ازاں ز گس تماں
گردید سحر ہر دو جہانش
بیدار شود بختِ من از خوابِ گرانش
قطعِ نظرم چون نماید ز دو عالم
تیغِ ستمے کر دل سخت آسانش
از سردی باز ابرو فایمچ مگویند
سودا زردہ را کہ بود سوزِ یاناش
زاں سانِ دلِ من بست کہ سوزِ دلِ دوزخ
گو غیرتِ فردوس ز میں شد بزمانش
از تیغِ نگاہت نتوانم کہ برم جان
ہر چہ کہ جو ہر بود از خطِ امانش
آزاکہ کشی نقشِ رخِ خویش بدیدہ
خالی نتوانی کہ کنے خانہ جانش
از پائے نکلند است مرا شوقِ رفاقت
بے سایہ خدایا نشو و سرور دانش
معراجِ من دل شدہ اے چرخِ ہمین
رفتیم اگر از پائے بیقیم بزمانش
زخمِ چو کہ ز شکوہ لب تشنگی از تو
از تیر و گر باز تو اں بست ہمانش
دروں طہم دل چہ ازاں ترکِ جفاکش
با آنکہ ہتی گشتہ نہ از تیر کمانش

عشق است و کنوں گاہ گنجائے سرد
کو لطف بیانش چہ شد آن طبع روانش

ثابت برو کنم چہ وفاے قدیم خویش
آخر چکو میت کہ چہ برین رود بہ ہجر
عین الیقین ز روئے تو مار انصیب نیست
گلبائے نوشگفتہ شد باز غنچہ ہا
فریاد و بتقراری ماییت بے سبب
منت شناس جو ریتاں گشتہ ایم باز
آزار داد ایک خیال رخس مرا
مگذر جو خویش جفا کار گوش دار
بینی سر سلامت من استقامتم
گوید مدار هیچ زمن چشم عافیت
بیرون نمود است ز لطف عمیم خویش
ہرگز نہ گشتہ ام چو دے ہم بدیم خویش
تا کہ بسر بریم با امید و بیم خویش
غماز کردہ ایم بگلشن نسیم خویش
آخر چہ چارہ بود ز صبر عدیم خویش
ماییم و بندگی خداے کریم خویش
محموس کردہ ام بدل چوں حجم خویش
بجائے وفادہ ہم ز عظم ربیم خویش
ثابت قدم شدم برہ ستقیم خویش
بیار ز رگس تو کہ کردم حکیم خویش

اے عشق دیدہ کہ جہانے نمودہ ام

حیران ندرستی فکر سقیم خویش

تعالی اللہ ما حجاب عالم کرد مشہودش
بزلت بقرا خود ہی مبنی چو موجودش
شب زلفش کہ ہر دم با چشم جلوہ اندوش
تجلی پردہ نورے دیان بنید موجودش
چہ پرسی از دل نا کام ہا زار امفقوش
سرخ رشید حسن آمد فرو در غل ممدوش

لب لعلش کہ خطِ سبز دارد مشکِ لودش
 رخس گر مجر خورشید دل سوزانِ من عودش
 دل بیچارہ مارا علاجِ نیست چوں باشد
 پس از عمرے مرا خوش گرد زان عہد کہ من انم
 غبارِ راہ شد عاشق بد امانِ صبا افتاد
 چہ کریم شوخ چشم من بسوئے من نمی بیند
 نگہ کن طولِ ہجر و ذلت بیا رشید است
 چو زخم بر سر بالینِ بیمار غمت دیدم
 بدل گرد غمِ دوراں بلای بود اسے قی
 معنی دل برد از من انم چوں شکیب آرم
 رخس در سادگی سوز دل جاں انمید انم

فغانِ میں آتشِ خاموشِ عالم سوز پر دوش
 ازیں لجنے وفا گردید و ہر سو میرود دوش
 بہ عشقِ نرگس بیمارِ او منظرِ ہیو دوش
 شوم قربانِ آں پیمانِ اں ایفا معہوش
 رسیدن تا بدر کاؤ تو ایجاں بود مقصودش
 چہ سود از نالہ زارم کہ آں گلِ ہیو دوش
 میریں از دولتِ جاوید او و نجبِ مستوش
 بذکرِ خیر تو مصروفِ آلِ نفاسِ محدودش
 ز لطفِ توئے روشن ازیرِ آئینہِ بزدوش
 بحسنِ یوسفِ مصری ہا السحانِ داؤدش
 چہ خواہد کرد ایں آتشِ نمایاں چوں دوش

ز بس بیتاب گشتم از خدا خواہم کوی عشق

کہ ناخنِ ن بدل شد ناہائے درد آلودش

باتامت خمیدہ کمانے نمودہ ایم
 ہر کہ بعشق زورِ طبیعت نمودہ ایم
 مست نگاہ بر سرِ بسترِ غنودہ ایم
 دل را شکست ننگِ غمت چوں کامِ رحمت

ہر دم ز آہِ تیر ہوائے کشتودہ ایم
 عاجز شدتِ فہم بے آزمودہ ایم
 از چشمِ پر خمارِ تو غفلتِ ربودہ ایم
 زیں بادہ کہ کم شدہ مستیِ فرودہ ایم

ورسیل تو غنچه دل تازه گل شکفت
 آئینه که صورت نیکو نمود
 کم نهم نیستیم بابس اشارتے
 شد وصف بشمار تو چوں از بیاں برو
 رنگیں کنیم دامن محشر ز اشک غن
 ضائع نکت نغم امل در زمین دل
 هرگز دوا دار زد کوب دلتش
 ایں طرفه عقدہ که ز بستن کشوده ایم
 ماہم بچشم روئے چو باہت نموده ایم
 تا صبح برو کہ آنچه تو گفتے شنوده ایم
 در پرده تنائے تو خود راستوده ایم
 از بسکہ گو دامن ناز تو بودہ ایم
 اے چشم ناز دانه گوهر رودہ ایم
 روئے ادب کہ بر در جاہ نوسوده ایم

یاد آں زماں کہ عشق بمیدان امتحاں

از ہر کہ بود گوئے سخن ما ر بودہ ایم

و چشم رویت تو برو یا غنودہ ایم
 یک بحر اضطراب عشق تو بودہ ایم
 تا شیر گرم آہ سحر آرمودہ ایم
 ہشیار یسج کہ ز تو غافل نبودہ ایم
 کز خرد جزو تن کف افسوس نہ ایم
 تا پردہ ز آفتاب رخ او کشودہ ایم

بے پردہ دیدہ ایم رخ پر حجاب تو

مشکل بسیں ز لطف صبا چوں کشودہ ایم

وانی تو لطف خود توئی عمر عزیز ما
 فرقے دلا میان حبیب و قیاس نیست
 اندوہ عشق از ہر شادی چو خوشتر است
 آسودگی عمر ز لطف فرودہ ایم
 در خلوتے کہ محرم اسرار بودہ ایم
 دل راز گرد کلفت دنیا زودہ ایم

دارد زمین سوخته دل چه آبله
بر فرق سخت جانی خود خاک کرده ایم
بنیم طاقے مگر اے دل بخواب باز
داریم چشم عفو خطائے چورقمه است
بیکار و کشت این همه غم در و ایم
سویان نفس شد و مہلہ لباس سودہ ایم
گشتم نقش فرش براحت غمودہ ایم
با خود نبودہ ایم اگر با تو بودہ ایم

در دست ما ز خامہ جاد و فریب عشق

آمد کلید و زان در و لہا کشتودہ ایم

خال ترا کہ مرد مک چشم تر کنم
پرواز شوق شمع مراد نظر کنم
حرّم بوصف زلف شود عقدہ و گر
بر شمع داغ شوق تو پروانہ گشتم
نازم بضعف خویش کہ اندر ہو شوق
باز آہن خود چو کند گرم آن نگار
نقشت چگونہ دور ز پیش نظر کنم
پروانہ وار آتشے در بال پر کنم
زین نافہ ہائے مشک چو در جگر کنم
کے خویش راز لذت و صلت خبر کنم
پرواز ہا بسوئے تویہ بال پر کنم
سودای نظارہ من این چشم تر کنم

ترس و ہراس اہل ہوس را ستم است

عاشق شدم چو عشق چه پروا سر کنم

تاکے در آرزوئے تو خوں در جگر کنم
از سوز دل چو قصہ شوق تو سر کنم
چشم غایت توجہ نیست از قریب
بگذارتا برویتو یک دم نظر کنم
در خامہ جائے حرف سراسر شرر کنم
من تا یکے زویدہ حسرت نظر کنم

آجے بروئے کارِ خود آورده ام راشتک
چشم ہمیں بود کہ ازیں خوب تر کنم
سیرِ عدم دہان تو بنمود بار ہا
عمرے بچین زلف تو خواہم سفر کنم
شد خانہ ام سیاہ تر از سفال
از بسکہ دو و آہ شب روز سر کنم

شداں پری شیشہ دل جلوہ گر چو عشق

دیوانہ دار از چہ بہر سو نظر کنم

پیرانہ سر تلاش مضامین تر کنم
پیری و شعر غیرت شیر و شکر کنم
ہر دم ز تو تحمل جور و گر کنم
ہرگز گماں نبود کہ صبر ایں قدر کنم
دانتہ زو تجا ہلے اے دل شود ز من
باشد کہ از تغافلش اورا خبر کنم
دریو شہ گداز تو اکیر گشتہ ام
اے سیم تن ز بہر تو تا فکر زر کنم
داند کہ کام تشنہ دیدار تر شدہ
چشمے اگر بشوق لب نش تر کنم
از بس مہربہ ہیچ نیزہ و دین ماں
خاموش از اں شدم کہ عیب نہر کنم

نازم بدستگاہِ خود اے محشق در غمش

کز چشم و دل تدارک صد بگرد بر کنم

چند آنکہ من برو دلارانظر کنم
حسرت بدل ز دیدن تو بشیر کنم
گویا کہ خامہ خط شوق تو گشتہ ام
حرفے نہ سر کنم ز تو تا چشم تر کنم
گلبائے تو شگفتہ شود باز غنچہ ہا

آہے اگر رفیق نسیم سر کنم

حُسنِ چوں عشقِ چو در بندِ حیا می بینم
چشمِ هر حلقه که در زلفِ رسامی بینم
کس ندید است و مبادا که ببیند گاه
دل چوں سنگِ بتان آشفته و از دلِ من
هم تن سنگِ شدم داغِ چشمن می باید
داغِ ناکامی دل تیر سپر میگرد
ننگِ گلشنِ امید کجا رفت کجا
بے سرو پا فی من نیز بجائے بر سا
چیں به پیشانی و لب پر ز تبسم چه بود
کس ندید است بے سوزش عشقت ایجان

دلخراش است بے ناله زارتِ عشق

در سخن گر چه ترا هرزه درامی بینم

کینه تو به که در جانِ وفا می بینم
خو برویانِ جهان را همه دیدم اما
یاس و امید هم فوجِ کشیها دارند
جلوه پر دازی تو گر چه پس پرده بود
سر مهری بُت من چه اثر کرد به من

چشمِ جانان و لبِ لبش نه وامی بینم
در تماشا شائے رخت روبرو قوامی بینم
آنچه از دیده مشتاقِ شما می بینم
گر گویم که درین شیشه چهامی بینم
بوفاداری خود از تو حفا می بینم
در کفِ خویش چو شمشیرِ عامی بینم
مشت خاکیت که در راهِ صبا می بینم
ایکه محتاجِ درت شاه و گدای می بینم
هر دم اے شوخ ترا نازه وامی بینم
جلوه حُسن ترا در همه جا می بینم

گلِ این فتنه بدامانِ هوا می بینم
خوبی و ناز و داد از انِ شما می بینم
این دلِ تنگ چه میدانِ وفا می بینم
عالی را همه حسیرانِ وفا می بینم
دلِ تنور سده شد و طوفانِ بکا می بینم

منتِ لطف و کرم پر سرشیدائی نیت
گرا دمی نہ کنی وعدہ بسیار بزد
دورانِ دلش چو بازیکر چرخ است کنوں
تو خدا بنی روئے بنان من زائد
ابنِ قدرت کہ احسانِ جنامی بینم
بہر خود آں ہمہ سامانِ قضا می بینم
کوئے دعا می بینم

آسود گردم نہ ز رفتارِ شبنم
از کوئے تو بادیدہ خونبارِ بستم
من سرمہ و کفش قدمِ چشمِ دریں راہ
شد سکر کہ زیں داغ کہ زد بر سر من یاس
آں زلفِ گرہ گیر مرا رشتہ جاں شد
عمریت کہ داغِ دلِ خون گشتہ خویشم
در کوئے تو چوں باد ہوا تند بود آہ
دارِ تکیہ خواب شد و کیتِ معبستہ
روئے دلِ خود کرد و جہاں سکو تو کرم
رفیق نتوانم بسرِ ساقی و ساغر
ما تند نفسِ گرم ریش عشقِ چو شتم

یک دم نبود بیش چو بسیار نشینم
 رفتیم که در اں کوئے سبکسار نشینم
 بیکار نشستن بدش گر چه فضولی است
 از غیب مگر عقدہ کارم بکشاید
 با گرد خدایت برسد شور قیامت
 از عشق و وفاها که نمودم بد را و
 حرفی نکندم گوش و نگویم سخنی آه
 خواهم که ترا آینه دل بنمایم
 در کوئے تو چوں بادل دازفته خورده
 سی پاره دل در غل و سیج نکویم
 زنگار شود جوشن آینه ام ای کاش

بهر لحظه بزمش که بود رزم گر عشق

آساں روم و آه چه دشوار نشینم

در خانه خود بے تو اگر یار نشینم
 بیزار چہ از درد و دیوار نشینم
 ہمدرد خود اے آہ ندیدم چو کس را
 غیر از دل خود با کہ بگفتار نشینم
 انگشت نامیکندم مشعل آہسم
 گر برہ تو ہم شب تار نشینم
 بزخیز و بروی شوم گر چه زہر سو
 ناچار در اں کوئے بصدور نشینم

چوں جز بخیالت نردم من چه تفاوت
از شرم حجاب تو اگر دیده بستم
بر تو سن شوق تو دریں راه خطرناک
این است فروغ من مہجور کہ شب
راز تو شد مہیت مقابیکہ در آنجا
عشق است مرا پیشہ ہوس شیوہ انجبار

در بزم تو گر اندک و بیار نشینم
صد شکر کہ در گلشن دیدار نشینم
چوں رنت مرا طاقت ز نقار نشینم
چوں شمع ز سوز دل خود زار نشینم
فاغ ہمہ ز اندیشہ اظہار نشینم
در زمرہ کفار چہ دیندار نشینم

بیہودہ بے گشتہ ام اے عشق بہر سو

زیں پس بد رحیدر کرار نشینم

گشتم ز ہنر بسکہ گرانبار نشینم
از جور و جہائے تو کہ رفتن نتوانم
سودائے تو جاییکہ نباشد نبود آہ
کار میں دارفتہ سر وصل تو باشد
سرگشتہ شوقم نہ نشینم چو نشینم
از قصد عذابم چو بود گر بد را می
اے غیرت سرخسپہ کوثر ز لب خویش
مشتاقی و دیدار مرا مانع رفتار
عمریت کہ رفتم ز دلت ہمچو ترسم

یوسف نفرو شدم سر بازار نشینم
در بند و فائے تو گرفتار نشینم
در آتش این گرمی بازار نشینم
ہر جا کہ نشینم بسر و کار نشینم
بر خاک رہ آں بت عیار نشینم
بحکم تو بر خانہ گنہگار نشینم
در یاب کہ بس تشنہ دیدار نشینم
خیزم چو ازیں در پس دیوار نشینم
تا کہ بدرت شوخ دل آزار نشینم

ز گینبی طبع خوش اطفال نمایم چوں لاله که در دامن گیسار نشینم
 نازم که گل محسّرین این خارے من شد
 تا عشق دریں بزم چو گلزار نشینم

از چشم تو ساقی نه بانکار نشینم در صومعه بنشینم و میخوار نشینم
 دنیا همه دوزخ شده زیر جوش خلافت گر صلح کنم پیشه بگلزار نشینم
 از جان زوم هیچ بصد عشوه دنیا در شوق نگاه تو که هتیار نشینم
 مهر رخ تو گشته زبرد زه نمایاں زیر ضعف بستر آدم دیدار نشینم
 همدرد مرا کیت بحسن ذات مسجیا در عشق لب و چشم تو بیسمار نشینم
 در خواست غافل که تو داری چه نماید چون منتظر وعده واقبر نشینم
 روشن ز رخت برج که ام است اندام لے ماه چه شبها که نه بیدار نشینم
 عیش و گراں را بچشم از چه منغص هر جا که روم بادل افکار نشینم
 از جان خود و جمله جهاں بگذرم اما هرگز نه جدا از تو دمی یار نشینم
 فرمان تو بر جان من خسته روان است تکلیف مراده که روادار نشینم

با عشق سخنداں که دهد و ادبیاں

بنشینم و باد قتر اشعار نشینم

با طبع چو یوسف سرباز ار نشینم بنشینم و چوں صورت دیوار نشینم
 به خار دریں دشت شود دشنه خونم هر جا که نشینم پئے ایشار نشینم

بازست مرادیدہ براہِ تو ز عمرے مشتاقی نظارہ نگہدارِ شینم

پنہاں دو دم بکہ براہِ تو خموشی

چوں بُوے بزنگِ گلِ اطہارِ شینم

ہر چند خواستم کہ ترا مہرباں کنم از سعیِ خویش بیش وے بدگماں کنم
دستے براں کز زده ام تار و مَر ایس پیچ و تاب دے رگر از میاں کنم
تا نفس گسسته نماید زیادِ او آنر و کجا کہ آئینہ امتحاں کنم
ہرگز نمی شود ہنرم عیبِ شمنان گر عیبِ خویش را ہنر و تہاں کنم
کردم خیالِ قاصد و شکم کباب کرد اشکِ ندامت است کہ ہر دم رُواں کنم
ز گینبی است لازم سہ سبزیِ نشاط ایس نکتہ را قیاس من از زنگیاں کنم
ز گینبی سخن نبود خوبتر ز درد بُوے کجا ز رنگِ گلِ ارغواں کنم
در بحرِ شوق کشتیِ دل می کنم رواں یارب ماں بدہ کہ زبانِ دہاں کنم
گر کارِ بر تو سخت گرفتم دلا بے شوق ہم کار رواں ترا کنم و کامراں کنم
اں زلف و خال را کہ بیک چشم دیدم در عشق پاس خاطر خرد و کلاں کنم

اے عشقِ غم ترا شئی من کوہِ کندیت

فرما دقتِ خویشم و شیریںِ زباں کنم

دل را تہی ز دردِ تو جاناں چیاں کنم تا کہ زباں بے شوقِ تو عاجز بیاں کنم
بر دو دہ گرم نگاہے نمی کنی زیں ابر تیغ برق ترادرمیاں کنم

سُکُشِ نمود و دُرُ کُشی ہائے حِشْمِ او
 آ ز ر د گِی بَر نَکِ کُلِ تَا ز ہ خندہ زن
 از ہر غم تو گریہ شادی فزون ہیں
 کائے ز چرخ نیست غرور نیاز را
 سہر تابیاے حسرت دیدار گشتہ ام
 بہر شکستگی نفس بلبلاں بس است
 چوں قصہ فراق نشد از بیاں تمام
 ناقد روانِ جاں بنو کس چمن کن

خود را چگونه داخل دُر دمی کشاں کنم
 در حیرتم چه چارہ ز خیمِ زباں کنم
 سیلے ز کوہِ صبر بدیں دواں کنم
 پامال گردِ خویش براں آستاں کنم
 دل را ز دیدنِ تو کجا شاداں کنم
 خواہم نسیم دور ازیں گلستاں کنم
 خاموشی گزینم و صد داتاں کنم
 جنسِ گراں بہائے سخنِ رایگاں کنم

از فرط ضعف بسکہ چو رازِ نہاں شدم
 من رازِ عشقِ ران تو انم نہاں کنم

جاں ہدمِ عزیز و چہ بر دل گراں کنم
 راہے کشادہ سوئے تو گردِ دقین
 گوئی بباغِ حسرتِ لعلِ تو بلبلم
 پُر از گلِ بہارِ کنم دامنِ خزاں
 داغِ فِرد گِی خزاں گشتہ ام کہ با
 ابرِ عسیمِ نگاہ کہ دارد تر شمع
 ہیمچوں زباں مرا بنود اعتبارِ دل

ہر دم ز درِ عشقِ زبیاں زہِ جاں کنم
 از بے نشانی تو طلبِ گرتاں کنم
 عجب بہر جاں کہ بشور و فغاں کنم
 مانند غنچہ خندہ اگر یک ہاں کنم
 دیگر گلے شکفتہ دریں گلستاں کنم
 از قطرہ تشفی دریا کشاں کنم
 نیاں کجا کہ محرمِ رازِ نہاں کنم

گرچوں شرِ جہم ز دلِ ہچونگ تو
از صحبتِ گراں نگر فتم گراں چہرا
ارزاں براہِ شوق تو خوا گیاں کنم
زین شرم آبِ تیش زنگِ بیاں کنم
فکرِ رسا بطبعِ رواں ہمغاں کنم

نے من سخن شناسم و نے نکتہ ور نے

خود را برائے عشق ہمیں تر جہاں کنم

بے اختیار مالہ دآہ و فغاں کنم
بر سوزِ داغِ ہجر تو صبر و شکیبِ صیت
سامانِ فاش کردنِ رازِ نہاں کنم
خواہم کہ پردہ دارِ می از کتاں کنم
فریادِ ہا کہ بر درِ دیرِ مغاں کنم
محو از خیالِ گلشنِ وہم آتیاں کنم
گرمے نیم کہ پیرویِ کارواں کنم
آں سیرِ ہا کہ خارجِ کونِ مکاں کنم
افتم ز پائے و نازِ تر اسرگراں کنم
تا کہ فغاں ز در و غمِ جاووں کنم
نظارہ بہارِ خوشِ این واں کنم
زین پس روا نہ پیش کیے پیکان کنم

از شعرِ عشقِ سامعہ افروز می شوم

زین خو تر چہ تحفہ ہر نکتہ داں کنم

آتشِ سببہ دارم دودِ ازاں کنم
 چرخِ ستمِ شکارِ زبر تے کجا کند
 از نورِ داغِ عشق تو تا بم جوڑہ
 ہر دم غم تو گر چہ فزوں ز فزوں شو
 صبرم ز دست رفت بیانا صحابیا
 زاہد اگر تو عاشقِ حورِ خباں نہ
 مجنونِ فصلِ گل ز چہ بیکار ماندہ است
 مشتِ غبارِ من ز پے رہبری بست
 از من نماند گر چہ بجزِ مشتِ استخوان
 اخلاصِ عشقِ بہت ز اظہارِ بے نیاز

مکن نشد کہ داغِ دلِ بتقیرِ عشق

مہرب ز بانِ ملامتِ گراں کنم

از شرمِ عشقِ مہرِ ادبِ بردہاں کنم
 زنگِ بہارِ وصلِ زیادم نہیرو
 تدبیرِ بازِ گفتنِ رازش ہمیں کہ من
 گناہیم بعشقِ شناسد چو عارِ خود
 از دُورِ باشِ نالہ آتشِ نشانِ خویش

ز آلِ سماں فلکِ زدہ آیں سماں کنم
 زیں و سرِ آہنچہ من ناتواں کنم
 مانند آفتابِ مسخرِ جہاں کنم
 شادم ازیں کہ من نتوانم عیاں کنم
 تا گرم تر ز منع تو دلِ راغان کنم
 صد توبہ من ز دیدنِ روتباں کنم
 من کارِ ہما ز دیدنِ ایں کو دکاں کنم
 ز آوارگی ہزار اگر کارواں کنم
 در عشق تو گدازم و مغزِ استخوان کنم
 خود را چرا بزمِ ہمت کشاں کنم

با خویشِ چشمِ شوخ ترا ہنریاں کنم
 ہر دم کہ خوشچکاں بجدائی فناں کنم
 تختے ز دل بگیرم و آنرا زباں کنم
 پیدا براے خویش چہ نام و نشان کنم
 بر تے نیافتم کہ خسِ اشیاں کنم

گم گشتہ بدست کسے کے قد عبت
نیز و عا کجا ہدف مد عا کجا
گر چشم یار می کند امدادِ گردشے
جانتنگ گشتہ است بد و نکت ازاں
از شرم سر گرانی نازِ نزا کتش
چوں زورِ ناتوانی خود متحلا کنم

پاداشِ منتے کہ نہد عشق از ستم
جان ہم فداے آں صنم دستانِ کنم

تا از گدازِ عشق تو روشن بیاں کنم
مستِ شرابِ عشق شود شاد و غمش
بگذشت موسم بہار و زمانِ خزان
گلچینِ باغِ حسرتِ نظارہ ہم نیم
پیری رسید خواہشِ عشق و نشاطِ حبیب
زین ہوشِ ساقیا چہ خطر ہاست و کس
صدرِ خنہ کرد بر ہدفِ آرزو دل
کارے ز چشم و گوشتِ زبانِ دلم نشد
در گدراہ منزلِ مقصود گم شدت

شمعِ دماغِ سوزِ جہانے زباں کنم
بنگر کہ گریہ نیز تبسم کناں کنم
زین چشمِ اشکیا رتاشہ ہماں کنم
از سبکہ پاسِ خاطر تے باغبانِ کنم
ز نگینی بہارِ حیاں و خزاں کنم
لطفے ہمن کہ میکدہ دارِ الاہاں کنم
دستِ دعا خویش کہ تیر و کماں کنم
در حیرتم چہ شکوہ وضعِ جہاں کنم
یارِ بچہ فکرِ غارتِ این کارواں کنم

اول دہانِ خوش بہفت آبِ شہرہ ام از نام او کہ خشک پیایے زباں کنم
خوش مصرعے چو نیت بدیوانِ باغِ عشق

آہے بزمِ سائے سرورِ رواں کنم
بیش از شمارِ شکوہ جوش چیاں کنم
دائِم کہ از کشاکشِ شوقِ وصالِ تو
بگستہ عاقبتِ زتنِ خودِ رواں کنم
افتد بت گرسرِ زلفِ درازِ او
از شہرِ ہوش تا بر پیرِ منہاں برم
این است گرنوازِش ساقیِ روزگار
از دل چہ گوہر کیہ دریں سیماں کنم
سنگِ نشانِ براہِ نوشِ سختِ جانیم
میناے عیشِ ہر دو جہاں انہاں کنم
باشد چہ آتشِ بدلمِ شعلہ زنِ کزاں
دلِ خونِ در آرزوئے ارغواں کنم
در ہجرِ جوشِ داغِ سیدِ وزیمِ میراں
کے سنگِ راہِ وصلِ تو خوا گے اں کنم
بر چرخِ تیرہ فامِ گمانِ دُعاں کنم
ہر گز گماں نبود کہ اسرارِ عشقِ را
آخرِ شمارِ دیدہ گوہرِ فناں کنم
رسوا نہ داشتہ بجسے درمیاں کنم
یکبارگی بکارِ زباں گر کنم خوش است
جان و دلیکہ بر سرِ کارِ زباں کنم

روشن سوا دِ حسنِ خطِ او دلم شود

در مکتبِ تو عشقِ اگر درسِ خواں کنم

وصفِ ترا کہ لذتِ کامِ و زباں کنم
خوش لقمہ بود کہ زیاد از دہاں کنم

در چشم آنکہ (گاہ) تو مہاں شوی دریا
 از شور خندہ لبِ شکر نشانِ او
 عمریت گر چہ یارِ ز من جملہ غافل
 دار و بکارِ خویش ہماے خدنگِ او
 در چشم شوق بس کہ نگہ خار گشتہ است
 شمعِ مرادِ من تو چہ گرمِ تھانی
 قیمتِ نگر کہ دوست نگر و دید و دوست
 جان منی و دل شدہ دولتِ سرتو
 دانیکہ چشم داشت دلم از مہی کنوں

رونقِ فزائے دل شدہ نیزنگِ یارِ عشق

زین باغِ دور زنگِ بہارِ دُخاں کنم

از دور سجدہ ہم چون فلک ہرزماں کنم
 دل را یقیں ز وعدہ چہ طر نشان کنم
 عمر دوبارہ وصل تو بخشد اگر مرا
 چوں منزلِ نخست طلب بہت بخودی
 از رشکِ نقشِ پایے چو پرداغ شد دلم
 آلودہ کے ز بوسہ من آن ستاں کنم
 آئینہ وصال تو تا کے گساں کنم
 پیرانہ سر چہ فخر ز بختِ جواں کنم
 گم گشتہ ام کہ رہبری ساکاں کنم
 چنداں طیم کہ راہِ ترازے نشان کنم

در حیرتم چگونه شد ای در دواغ او
 باز از ناز گرم و منم تا جریاز
 تا گشته محبت خضر لب تو ام
 تیرستم بنگ شکیم نمی خورو
 رسوائے عالمے تو چه پرسی که چونم
 گردم ملاک فهم رسانی معاطر

راز ترا که من ز دل خود نہاں کنم
 سودای سودیت چه فکر زیاں کنم
 سیر بہار زندگی جاوداں کنم
 بتیابی بہانہ بے امتحاں کنم
 آئینہ رُخ تو چرا راز داں کنم
 دانستہ خویش را نہ اگر نہاں کنم

خوں کردہ ام سبب دل و درد ہاں ہاں
 زیں گو نہ عشقی ہیں کہ چه رنگین بیاں کنم

محکم حصار گرچہ من از استخواں کنم
 شیریں چہا بسان طلب کام جاں کنم
 یارب مباد ہجوئے از شیشہ جلوہ گر
 این است ترک تازی آں شہسوار اگر
 امین نمی شوم ز بیمجون شوخیش
 بر ہر نشان دوست روم را ہجو تیر
 ترسم بکا بر عشق شود عقدہ و گر
 غمہائے عشق تشنہ جگر چشتم ز ند
 گرد آب سیرنا ز غافل کسی مرا

لیکن مقام در دترا مغرباں کنم
 زخم تو چوں معائنہ در استخواں کنم
 چوں سنگ آتشے کہ ز مردم نہاں کنم
 بیرون ز دست صبر و تحمل غاں کنم
 ہر چند دور بین نگہ دیدہ باں کنم
 زیں با غنم اگر چه قد خود کاں کنم
 دامن سعی را کہ گرہ بر میاں کنم
 آہے سبیل تا پے ایں کار داں کنم
 چوں من کنارہ زیں کرم مگراں کنم

دانتہ پیہ بمنزل مقصود بردہ ام
 خونم حلال دختر رزمی کند از اں
 آلودہ از شراب نشد و امن بلم
 بار تشاٹ ہر دو جہاں از سرم نکند
 زیں چشم و دل ہمہ ناکام ماندہ ام
 در و دل ست باعث تاثیر در سخن
 در مجلسی کہ گوش تو اں شد زبان مباحث
 از آسماں کہ روئے آباں نساں کنم
 من ہم حرامم و انم و عقد رواں کنم
 ہر دم چو مستی ز دل خوچکاں کنم
 از درد بس گراں تو کئے دل گراں کنم
 نامے بلند کاش طفیل ز باں کنم
 ایں نالکھا زار ز درد گراں کنم
 ارشاد صاحب مت کہ ورد زباں کنم

از بس کہ تنگ تر ز دہانش دلم شد
 خوشتر ہمیں کہ عشق سخن ز اں ہاں کنم

ایکہ گفتی کہ منت روئے بدیدن ندیم
 آہوئے چشم ترا کرد دل من صبر ر بود
 تا پریشاں نشود بجئے ہوا داری من
 گر رسد ز اں گل خسار مرا بجئے وفا
 از دل جو رکشم رنجہ شدی اے ظالم
 کار بسمل نبود رقص روانی ہمدم
 گوش کن من بخود ایں حرف شنیدن ندیم
 از نگہ دام کنم باز ر میدان ندیم
 باد و رکوچہ زلف تو فریدن ندیم
 زنگ ز چہرہ امید پریدن ندیم
 تو بہ کردم کہ دگر آہ کشیدن ندیم
 دل خو گشتہ خود را بطیرین ندیم

لہ :- عقد رواں بتہ ۱۲ ۱۳ در مصراع اول غالباً حرف "کمن" مترک شدہ ع :-

زیں چشم و دل "کمن" ہمہ ناکام ماندہ ام -

دستِ شوقِ که مرزا دلدادِ کار است
آنچه گفتم تو ایدل نشیدی هرگز
آبرویم همه بر باد دهد طفلِ شرک
گویا لایعِ بخونِ دلِ من پنجہ خوش
گر جنوں ہست مرا سینہ دریدن نہ ہم
برادیکہ ترا ہست رسیدن نہ ہم
جیلہ سازم و ہر سوے دویدن نہ ہم
پشتِ آں دستِ نگارنش گزیدن نہ ہم

آبرویم چو ہلالش چو کندایاے

بر جگر عشق ترا غل بریدن نہ ہم

وانشد دلِ سببِ از عشق او تابودہ ایم
دزما تائے بہارِ حسرتِ دل بودہ ایم
چوں گہزیں شرمِ سرا پاقِ آلودہ ایم
راز دارِ خاموشی در گفتگو با بودہ ایم
راگساں در عشقِ جاناں نیستِ مشقِ لای
قلبِ ہست بلے در عشقِ او در کار نیست
چشمِ خوابِ صل (دید) نیستِ گرجتِ سیا
نامنرا بسیار از دازمانیاز بیشتر
جوشِ زدمونِ شکر خند و شکر آبی ماند
قفلِ سجد را بنامش عاقبت بکشدو ایم
بلبلِ رنگیں گلِ ہر نعمتِ سرودہ ایم
عقدہ از کاراں بندِ قبا بکشدو ایم
حرفِ ماسرستہ باشد گوزبان بکشدو ایم
کم ز تن چند آنکہ برجاں خود فرو ڈو ایم
از بر آرام چوں ل با پیش آسودہ ایم
چوں نگاہِ بارِ ما ہشیا خوابِ آلودہ ایم
نازِ بر خود می کنیم و عاشقِ فرمودہ ایم
بادمانِ از مکہ آمازہ چوں بنمودہ ایم

۱۲۔ کم ز تن چند آنکہ برجاں خویش را افزودہ ایم“ باینناکہ وزن سقیم شود۔ ۱۲

۱۳۔ چشمِ خوابِ صل دیدے نیستِ گرجتِ سیا“ باید۔ ۱۳

کے تو اس شستن بصدخم بادہ آدیا کٹا
 مشہ خاک یا پریشاں شد دلے ضائع شد
 زنبہ نقش قدم حاصل نشد قیمت میں
 شوق دیدارش چہ خوابِ اختہ خوابد
 خونِ صد حسرت بدل حل شد بہارِ باگر
 از جبینِ خود کہ مہر سجدہ تسلیم شد
 ایں غزل را پایہ مدہمہر عرش بریں
 آتشالِ مر با تا کیدِ منظر بود عشق

دامنِ زہد کہ زگر و ریا آسودہ ایم
 گردہستی را از ریا عینہ ہا زدودہ ایم
 گرچہ عمرے بردش در سجدہ فرمودہ ایم
 دیدہ آئینہ گشتیم و گئے نغودہ ایم
 کیمیا سازِ خزانیم و طلا اندودہ ایم
 صندوقے از بہرِ دردِ خود سیر ہا سودہ ایم
 زانکہ از فکرِ سہفت آسماں پیوہ ایم
 ورنہ بر قاتونِ خود ما ایں غزل فرودہ ایم

آتشالِ امرِ منظر از ادبِ بالاترات

ایں غزل البتہ بایگفت ما فرمودہ ایم

فرست ز دردِ کو کہ زخمِ سربگ ہم
 اے از تلونِ تو چمنِ حالِ زارِ من
 اے کلُ زمینِ کوئے تو دارِ القارِ من
 بروعدہ تو بود چودار و مدارِ من
 تسکینِ نیافت ہیچ دلِ بیقرارِ من
 باغ و بہارِ سازِ دلِ داغدارِ من

گنجائشے ندا و نغمِ عیشِ تنگ ہم
 تار و زحشرِ رنگِ ریز و بہارِ من
 ممکنِ بصد عذابِ نباشد قرارِ من
 کس را نماند ہیچ دگر اعتبارِ من
 تا سرمہ رانہ دید بچشمِ از غبارِ من
 نقشے است بر مرادِ دلِ من نگارِ من

۱۔ یہ حضرت منیر جان جانی (دعائے اللہ) تو نہیں کہتے البتہ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ غلام رسول خان نواب کر نول کے دیوان "نور و منظر" جو بعد کو چند دہائیوں میں یہاں ملازم ہو گئے تھے (گلزارِ صفیہ (۲۵) عمیریانی

موجے ز بحرِ حرم و جوش کا رہن
 ثبت ہا ز بس نمودن ہجر یا رہن
 از دورین آئینہ انتظار رہن
 مشکل اگر طلب کند مکلزار رہن
 دل را نمودن دین تنگیا رہن
 در دست عشق او چو بود خستیا رہن

جز من ولے کسے نفقہ در کنار من
 روز شمار کے برسد دشمار من
 می بیند مخوش چہ نزدیک یا رہن
 چوں راہ من ادب بود ویر من
 از غنچہ نگر کہ کند گل بہار من
 تدبیر و عقل ہیچ نیاید بکار من

جرمن خود پیرا نکند ناز یا رہن

از عشق است ایں ہمہ گرافتار من

آخر چہ پرسی از من و از روزگار من
 بر عمر خویش ناز کند مرگ انتظار
 از بہر من چنانکہ تو ہستی بکار خویش
 رفتم ز خویشین کہ سفر در وطن کنم
 ہرگز خیال غیر بخاطر منیر سد
 زین حتم اشکبار و ز سر یا د خوچکار
 رنگ طہید نم چہ قیامت بہار داشت
 آزرده از تو نیستم اے یار ز بہار
 مانند سایہ زو نتوانم جدا شدن

بہر چو وعدہ تو بود انتظار من
 عافیت زندگی مستعار من
 من نیز ہم برائے تو باشم بکار من
 جز من مباد، ہیچ مرا یادگار من
 نالم ہمیں کہ یا ز نگر وید یا رہن
 مشکل بہ بزم عیش تو گردید بار من
 چوں بگل بیادگر و شد غبار من
 ز بہار خوردن تو بود زینہار من
 باشد غمان من بکف شہسوار من

حُسنِ معانی است دریں پرودہ جلوہ گر آئینہ بیانِ سخنِ آبدارِ من
 اے عشقِ فخرِ حُمرتِ جاوید گشتہ ام
 ممنون پرستے نشہ احوال زارِ من

چوں گرد باد شوقِ نوباہ شد مصارِ من
 با قربِ معنوی چہ بود بعدِ طہا ہری
 دیگر کجا قرارِ بکیرِ غبارِ من
 عمریتِ گر چہ پست مئے ہوشِ بودہ ام
 از من کنار گیر و بیا در کنارِ من
 جز خواہش تو مطلبِ بیکرِ مرا نبود
 از من کنار گرفت عاقبتِ کارِ بارِ من
 چنداں بسکتِ قدم کہ بر تم ز خاطرش
 بشکتِ چشمِ او نہ نکاہے خارِ من
 از پسِ قتا و با چو تو خود کامِ کارِ من
 نہاں تر از نہاں تو پیشِ سکارِ من
 ضعفم گرفت عاقبتِ کارِ بارِ من
 امید بر نہ داشت مگر شعلہ کارِ من
 خوش جلوہ نمود و نہاں شد شمارِ من
 گاہے نشد بغیرِ تو نقشے دو چارِ من
 رنگِ خا نامد بدستِ نگارِ من
 ہر دم ز خونِ پاکِ شہیداں چو شویں

در حیرتم کہ عشقِ رہا چوں نمی شود

از قیدِ لفظِ فکرِ محسنی شکارِ من

آئینہ ایت پر ز صفا انتظارِ من
 دارم سرِ نظارہ گلزارِ تازہ
 کے از دل تو دور بگردِ غبارِ من
 زیں پسِ شکرستہ و پائے نگارِ من

در دشتِ غم اگر چه غریب بقادہ ام
از غفلت اربابِ من آنقہ چہ خوش بو
روپوش بسکہ گشتہ ام از چشمِ شیش
شد امتیازِ خون ز شمارِ درویش
امید استوارِ من عہدِ ست او
فرست شد کہ شکوہ ز کم فرصتی کنم
ز حمت دہِ خزان نشود کحلِ آتش
در سیز ختم کہ گرفتارِ دوزخ

یارِ بچہ بے صدا شدہ کوہِ وقارِ من
چشمے براہِ حلقہ چشم و کنارِ من
یک رنگ بودہ اند خزان و بہارِ من
گردِ لبش کیند دلِ داغدارِ من
بر خود گذاشتند سراسر مدایہ من
بیکار بس کہ می گذرد روزگارِ من
آفتادہ در بہارِ ہمہ برگِ بارِ من
از یادِ من بردن نبرد و گلزارِ من

در عرضِ آرزو نکم عشقِ کوہی
باشد شود قبولِ یکے از ہزارِ من

آویزہ گوشِ دل و جاں شعرِ ترِ من
اے جلوہ گہتِ باغِ خیالاتِ جہانے
سودائے سوزِ لطفِ تو پای بند دوام است
ز غیباں کہ شد مگرم بکارش غنچہ میت
نظارہ کند غیرتِ صد باغ و بہاراں
کس لالہ بایں رنگِ یدت کہ ہر دم
بیمہرئی آسمانِ ہماں است کہ بودہ است

کز بحرِ غمِ عشقِ تو خیزد گہرِ من
چوں بر سرِ راہِ تو بنقید گذرِ من
این است بلائی کہ شد و از سرِ من
کز فیضِ عایِ صبحِ نماند اثرِ من
سرو ز گلِ ناز و ادا بارِ درِ من
دماغِ تو خورد آبِ بنِ خونِ جگرِ من
ایں طرفہ بود دماغِ بہر دم و گرِ من

اے قاصدِ لسوزِ دراں بارگہ ناز
شیریں نیکند تلخیِ دشنامِ دہانش
شو بخیر و باز رسانش خبرِ من
عمریت کہ نشندِ قفسِ طاقتِ پرواز
بے چاشنیِ بودنِ شیر و شکرِ من
بتیابیِ شوقِ است کنواں بالِ دیرِ من

نازم ز سخنِ عشقِ رسیدت بدستم
میراثِ گرانمایہِ جد و پدرِ من

ہر سوز و آں شوخ و نشیدِ بزمِ
با ایں ہمہ وارنگی از جائے نغم
فریادِ ز آوارگیِ در بدرِ من
چوں شعلہ چو گشتم ہمہ تن گرمیِ پرواز
گوئی کہ مقامِ است بمنزلِ سفرِ من
گل کردہ دریں باغِ منم سرورِ غافل
بحرِ فتنِ بزرِ شوقِ گلے بالِ دیرِ من
زلفِ کہ بود آنکہ سیاہی زند از تو
برگم ہمہ از شعلہ شرِ خوشِ ثمرِ من
مہر از دلِ اورفت و گرفتِ ستم
لے وادلِ کم گشتہ روشنِ گہرِ من
از شکِ رِ آئینہِ بیا بد شرِ من
سترِ مقدمِ محوِ تو اے قاتلِ عالم
یتیم نتواند بکند قطعِ سرِ من
چوں کوہِ تخیلِ شدہ ام بار کہ باشم
جز من کہ بود آنکہ فتد از نظرِ من
در چشمِ نگاہے شدم آہے و برستم
تا گوشِ گنی قصہ بس مختصرِ من
اندیشہ ندارم کہ بعشقِ تو زند جو ش
طوفانِ سلامت ز محیطِ خطرِ من

غواصیِ فکرِ تو دریں عشقِ خیالِ ست
دبائے پُر از آبِ گہرِ شدہ بزمِ من

چاہِ ذوقِ اوست بہرہ گزین
 آن آتشِ خاموش لبِ لعل چپاں شد
 از نیم نگاہے نکشادی گروہِ دل
 در عشقِ ندانم کہ چہ گفتند و شنیدند
 و شوارمی رہِ راحتِ منزلِ نشام
 در باغِ وفاے تو برومند شجرت
 و لبند بود و دام کہ بے سرو پای
 چاکے نبود و قفسِ دیدہ حسیراں
 بروست ہوائے تو بادجے کہ ملک شد
 ز اں پیش کہ اوست مئے ہوش بگردد

ہم راہزنِ ہوش عصاِ نظر من
 خونِ مژہ سوزِ دل و داغِ جگر من
 برستہ نشد آرزوے این قمر من
 باید لبِ خاموش پے گوشِ کر من
 بیرون شدن از خویش چو با سفر من
 جز بارِ دلِ خویش چہ باشد ثمر من
 در بستہ نباشد قفسِ بالِ پر من
 آوارہ چپاں دل شد مرغِ نظر من
 شرمندہ پروازِ بالِ و گر من
 ناگاہ کسے کاش رساند خبر من

پہچیدہ بود عشقِ رہِ قطعِ تعلق

کو راہزنے تا بشود راہِ ہر من

تا عشوہِ مژگانِ تو شد رخنہ گزین
 در یاد دہانِ تو نیاید بظہرِ سیح
 دریلِ شکم چو خے در سرِ کوش
 گر تیغِ کش زخمِ جوائے تو شد دل
 کے می شکند سنگِ ملامتِ برہِ ترق

اے وادِ رودیو اربو پرودہ درین
 دلِ تنگی بس بیشتر از بیشتر من
 زیں آبِ براں خاکِ بقیہ گزین
 ناز و سپرداریِ داغِ جگر من
 دردِ دامنِ محشر سرِ پائے سفر من

عمریت غم سر که گرفت سرخوش
از باد و حوادث خیرش نیست که دارد
افسوده اگر هست چه غم تابی دانی
از چشم تو مردم چو ز خود بیخبر اند
عشقش چه اثر داد ز بان سخنم را
آں شعله من باشد و این شد شهر من
نور نشید قیامت نگر و عشق زهر سو

از شوخی آں جلوه پرشیاں نظر من

لے چشم سیاه تو چراغ نظر من
تا چند مستی شکند ساغر دینا
بنگر که رخ خوب نو دیدن نتوانم
هرگز نرسد با همه جدے که نمودم
دایم بتماشاے گلستان خلیل است
باشد اثر گریه شوق گل پرواز
سمرگشته دور فلک شعبده باز
از جوش بهار بوس بوس کنارش
دارند بختم چو سیاه ز شب وصل
از رد و قبول دو جہاں کار ندارم
پیچیدہ ترا زلف تو دو دگر من
از ناله بشکستہ دلان بخت من
چوں دست ز پایم نقش اند نظر من
بر پائے چویم تو رخ همچو ز من
از داغ جفاے تو دل دیدہ درین
گر سبز و گرسرخ بود بال پر من
آغازے و انجام ندانم من
آئینہ گلزار شد آغوش و بر من
از اول شام است نمایاں سحر من
آخر چه کنم عشق تو باشد مہر من

اے عشق نشہ نامہ شوقے بنو لیم
قرطاس و قلم سوز بر آید بزمین

بگذر ز سرم چند شوی در دسرم
مانند چراغیکه بسوزند ز آتش
لے گریه خوں دست بدار از کمرین
شمع ره شوق تو بود چشم ترین
نازم که نه خود میں شدہ چشم گہرین
جو من نبود، یسح کسے را ہرین
یک لنگی آئینہ ز شام و سحر میں
ہر خندہ مکے بخت بزخم جگر میں
آئینہ دے کو کہ بداند تہن میں
پس تر بقدر ہر قدم پیشتر میں
گرد و خبر میں برا و نامہ بر میں
اے کاش نبودے سر میں زیر پین

گز نامہ دل برد پر و تا بجای عشق

از بال و پرایں مژہ مرغ نظر میں

رخت سفر افتاد ز عمرے بدرین
از بخیر ہائے خودش گشت خبردار
گرداب صفت گرد سر میں سفر میں
پرسید کسے از دل میں تا خبر میں
دامان نظر تر نکند چشم تر میں
از پر تو روش چو گہر یافت صفائے

در کامِ عدو قند لب زہر نر یزد
آسودہ روم بے سرو ساماں کہ پوچھ
برگشتہ خورشکند سخوت و نازش
گو ہر کیف تازہ جواب است بہر دم
مگر شتہ چو گردانم و راہم نہ بربند
یکنانہ ز بس آب نماید دل مردم
یک یار موافق نتوان یافت بعالم
در خاطر او نقش سرگشتہ است

چشم تو کہ زہرش بنما بدشکر من
زین نقش قدم راہ زہر گنہگار من
در دست شکست ہمانا ظفر من
زراں معدن الطاف سوال دگر من
یار چہ مبارک قدم آمد سفر من
نشد کسے گاہ صغیر دگر من
دل بہت وزباں ہدم باکیدگر من
آتش بدل ننگ زد آب گہر من

باشد دو جہاں یک ورق و قر شمش
عشق است ہمیں اگر سخن مختصر من

گرہ بازلفاد چو شتہ جاں متیوں کن
ز بیدار پیش عالم را چو پہاں متیوں کن
بدربائے شکرک یدل گل مقصود مہجوں
ز بس در شوق آہوے بشد شکر ترا دید
نظر زنجیر دل در گوشہ چشم تو زندانش
پریشاں روزگار شد شمن گشت ترا منظور
نواز شہنائے مہل و بکام دل نمود آخر

بدل جمعی خیالات پریشاں متیوں کن
بصحرای عدم چندیں گلتاں متیوں کن
رداں جو ہا از بس در باغ حرماں متیوں کن
شررا ز اشکے شرکاں اپنیاں متیوں کن
از بس بے سرو پا را چہاں متیوں کن
گل مقصود را نیز خنداں متیوں کن
ستمہائے کہ در یاد اشی ہجراں متیوں کن

براہِ دیر و مسجد می ہند دیوانہ ام سنگے
نشد ممکن کہ مہرِ داغ از دیکِ لحظہ بردارم
ازیں چوں اُلقتے بابتِ پرتاں متیواں کُرن
وگرنہ از تنورِ دل چلچفاں متیواں کُرن

بیشِ عشقِ حشمتِ چوں بے پڑہِ حیرت

چرا خوفِ نظر از چشمِ قرباں متیواں کُرن

بزن نیریکہ در سینه نہاں متیواں کُرن
بفریاد و فغاں لاپرتیاں متیواں کُرن
جنوں بندِ نقاب یا زخنداں متیواں کُرن
بباغِ سینہ پُر داغِ چشمِ خونِ فشاں ریزد
نماید گریہ مانیز گر نیز نکاتِ تاثیرے
تماشاے نمی بندی کہ از برقِ جمالِ او
سوار کشتیِ دل شو چہ ترسی فی امانِ اللہ
عزیزاں گردِ غمِ رفتن ز دل ممکن نہ باشد
ولا زیں شکوہ بیداد و فریادِ جفا بگذر
نہ بنید روشنی گر مشعلِ پُر دود آہِ ما
ز آہِ گرمِ ماسوزد دلِ خوداں تبتِ کافر

برو صد پرده از زخمِ نمایاں متیواں کُرن
ازیں صرصرِ جنوں آباد ویراں متیواں کُرن
چہ در ہا و از یکِ چاکِ گریباں متیواں کُرن
شتر ہا یککہ از شبنم بہ بستاں متیواں کُرن
گلِ صد کام دردِ امانِ حراں متیواں کُرن
میانِ پرودہ ہائیش چشمِ عریاں متیواں کُرن
ز موجِ نورِ ہر دم سیرِ طوفاں متیواں کُرن
رِواں ز دیدہ ہارِ یکِ بیاباں متیواں کُرن
پیشیاں گر شوی اور اپشیاں متیواں کُرن
بچشمش سُر از شہائے ہجران متیواں کُرن
بلے ایں شعلہ اور رنگِ نہاں متیواں کُرن

بر قصدِ زہرہ برگردون ملکِ روجد می آید

سرودے عشقِ اگر در بزمِ تاساں متیواں کُرن

بگو آں غمزہ را وقت است جولاں متیوں کرن
 جنوں در جوشِ تہ کے ضبطِ جولاں متیوں کرن
 کبا یہ تیشِ دل آتشِ دل میو ذراں لب
 بچشم آنکہ یک پروہیت آروزِ رُو او
 حجابِ می کشد کارم بہ بدامی تامل کن
 نکاہم سُر مہ ساگردِ مژگاں متیوں کرن
 ز خارشِ دامنِ صحرا زبداں متیوں کرن
 مرا از بوسہ ممنونِ احساں متیوں کرن
 چہ گوہر ہا کہ در دامنِ مژگاں متیوں کرن
 تعارفِ گرگنیِ اس رازِ نہاں متیوں کرن

بشو خا رہِ گلہا جو عشقِ ماروشِ این است

اگر تے بدامانِ گلستاں متیوں کرن

کجا دیوانہ مارا زبنداں متیوں کرن
 کم از مینائے مے در نشہ ہمت نمی باشم
 جہاں چوں ز گشتنِ کند چشمِ سرت گرم
 یہ عیدِ رویتِ خسارِ چوں بہت اگر خواہی
 بشوقِ نگہتِ جاں بخشِ زلفِ بیقرارِ او
 عبتِ جاں در تلاشِ آبِ حیاں میدہی و نہ
 از و چوں شتی با فوجِ طفلانِ متیوں کرن
 بجوشِ گریہ مارا نیز خنداں متیوں کرن
 نذارک ہا ز دیدنِ ہا پہناں متیوں کرن
 دلِ ایمانِ جانِ زابر تو قرباں متیوں کرن
 نیم آسا سفر ہائے پریشاں متیوں کرن
 بسے زیں چشمہ از خاکِ شہیداں متیوں کرن

زلبہائے بہم پیوستہ ہر زخمِ دل اے عشق

بیانِ لذتِ بیدادِ مژگاں متیوں کرن

بخوشِ گریہ خونیں چو طوفاں متیوں کرن
 شوقِ تانظرِ دیدہ پہناں متیوں کرن
 خانیِ پنجہ خورشیدِ تاباں متیوں کرن
 گلستاں، در گلستاں، گلستاں متیوں کرن

گرا از برق تبسم میکند دل را کباب لب
پریشیاں مثنوی آخر بیداری شو غافل
بوصل و ز فین یاد حیران نمی دامنم
اگر برفت وصل ایدل ترا این گریہ ہاں
خوام باز آن قامت بوصف مانیا بدست
گریبان دشمن دست جنوں اوست اگر انت

چہ شیر شمع رہا زنجیر تن بکد آں مینواں کردن
بغیر از خواجہ شمس کے جمع شکر گاہ مینواں کردن
چہ زار یہاںے زنجیر خند خنداں مینواں کردن
تبسم ہا بطل عمر ہجر اں مینواں کردن
کہ شور صد قیامت گرد و جلاں مینواں کردن
گریبان تابداں بیاباں مینواں کردن

دلت بیمارِ حشیم مردم آزاری چو شدا گہ
مثنو میدار دے عشق دہا مینواں کردن

چو عشق بیدل بار اغزلخواں مینواں کردن
زد لسو ز می باشک گرم نہاں مینواں کردن
خیال نظرہ مے گر چو پستاں مینواں کردن
زا بر حشیم ترا ایدل بغارت رفت دریا ہا
زا بر نیرہ نظرا ید نشاط ما جنوں مستان
چہاں تیر ستم بر من رسد زا بر دکان من
بہ بندو خازن ایں دل خو گشتہ ترا چشمش
اگر روشن سواد، سرمہ چشم پر فتنش دارد
غیبے گر لب چاہے قد عکس جسمال او

گل بہ شعر ز طاق نیاں مینواں کردن
ز آب آتشینش خشک داماں مینواں کردن
چہ بار اں چپکے پوشیدہ سماں مینواں کردن
بجوش لخت دل تاراج مکداں مینواں کردن
دلے نسکین جان ز سنگ پاں مینواں کردن
کہ ہر زخم جگر دکان پکیاں مینواں کردن
اگر دوسر گشتہ ترگاں مینواں کردن
در اندک فرصتے اور انخداں مینواں کردن
تا شاے ہزاراں ماہ کمنان مینواں کردن

غورِ حُسنِ او ویراں کند گر خانہ چشتے
تیراں ز نیم جانے زان لبِ جاں بخش وائے کُن
تمائے گلِ گوشے دلم را کرد و خوں ورنہ
بیاد زلفِ عارضِ دل گستاخِ میواں کُن
کہ قیمتِ یک گاہش را دو صد جا میواں کُن
چہ گوہرِ ریزی چوں ابرِ میاں میواں کُن

بتقلیدِ کلامِ تبدیلِ معجزیاں اے عشق

چہ کلہائے معنیِ مہلِ آساں میواں کُن

چہ کافورِ می بکارِ سیمینِ ریشاں میواں کُن
ازیں بہتر نباشد دامِ اینِ غماغزِ الاں
اگر آں دشمنِ جانہا ہندوئے براہِ من
نہ تابِ عرضِ حالے پیشِ چشمِ مردمِ آزارش
بہذواری در سوائی ز نام و سنگ چوں سکتا
نذار و غرُ امید مارا تر ز یک قطرہ
کستے تا چند در بندِ رستقِ بے خود باشد
پرستارِ فرنگی لعلتے ز میاں کی میاشی

کسے کو دین و دل دار و فدائیکِ بتِ کانر

شمارِ اومیاں عشقِ کیشاں میواں کُن

بتِ دلربائے من میں بچہ کبریا نشستہ
کہ سرِ غرورِ حلقے بد ریش ز پائشستہ

بہو اے آہِ سر دم دل بے نوا نشسته
 جس رہ ادب ہا بہشترانہ خموشی
 اثر دُعائے مارا چہ حرارت است یاز
 ز کند ایں بلا ہا سرما چگونہ پیچید
 پے دیدم بیا زود و مگو کہ آفتاب است
 بخشا ز بند بندش گرہ ز کار مایز
 بکرامت تو اے شیخ بدل اعتماد دارم
 شدہ ہمسفر چراغِ برہ گز اریک شب
 چو ملاطمِ سر شکم بجدائی تو این است

شدہ طیب لہا نظرے بہ عشق حیران

کہ بدر و بید و ازاں لبِ جانفزا نشسته

چہ خوش ست غنچہ کو برہ صبا نشسته
 گرہے بد فغان و بگلوئے مانا نشسته
 دل داغ داغ نقشے کہ بدعا نشسته
 کہ رضائے بیدلانت بہ قضا نشسته
 تو سوار شو کہ ادہم شود از حیا نشسته
 کہ تکلف تو دل تنگ ہمہ ورقبا نشسته
 کہ ہی دومی بعالم برہ خدا نشسته
 چکند سوز تابش شدہ نار سا نشسته
 چہ عجب کہ زود بینی ہمہ خانہا نشسته

خط کشیدی کہ شرر ز آتش موسی زودہ
 خال و خط تو نہ ہر صید ضعیف اندازد
 اے عجب نیم نگاہ تو کنوں بہ کرد است
 زلف پرچیں نہ بہ اما رختن می ارزید
 در و در و دش ہلکی صاف غمش رخت تمام
 جگر زہد کباب است بخداے ساقی
 نازکن ناز رہ خضر و سیحا زودہ
 دانہ دوام براہ دل و انا زودہ
 زخم صد تیر شرم گر بدل ناز زودہ
 بے بہا بود متاعِ مکرش و انا زودہ
 سنگ زخمے کہ تو بر شیشہ دلہا زودہ
 زین نمکاک کہ تو در ساغر و میا زودہ

جلوہ کن ز سر ہر دم ریاک لبوز
اے کہ بر سینہ من داغ تمنا زودہ
یوسف ز چاکل پیر ہن خویش بریں
رخنہ ہائے کہ تو در جان زلیخا زودہ

شانه در زلف سخن از دل صد چاک زودی

خوش شکست کہ اے عشق بیغما زودہ

باوہ از جام حیا چوں نگہت تا زودہ
آتش اندر جگر ساغر و مینا زودہ
گویش فاش بر دم نگہت میسم
راز پوشیدہ کہ با گوش دل ما زودہ
روشن غنچہ کشادے بطلب از دل تنگ
اے کہ مانند صبا پائے صبحا زودہ
گفتہ نامہ سربستہ خط من باشد
بوست لب کہ عجب حرف مٹا زودہ

تلخ کامی ہمز اشعار شکر بار اے عشق

زودہ باشد بدلت لبکہ تو حلا زودہ

دل کہ پیوستہ دم شاید و مینا زودہ
شاہد ہم باش کہ اکنوں سر خود و ازودہ
عرق از جہہ نشانی و سر شکے زیری
بر سر خویش دلا کیف و دولا زودہ
مرکز دایرہ خط نشود می ترسم
نقطہ خال کہ بر عارض جانا زودہ
طوطیاں را شدہ متعارف از خون جگر
تا خط سبزہ بر آں لعل شکر خا زودہ
غفہ ہائے کہ تراز کا کل خود و اگر دیا
باز چوں نیک بہ مینی بدل ما زودہ
بردل و دیدہ نظار گیاں منت صیت
کہ پے دیدن خود سر بہ تماشا زودہ

بودیک مصرع گیسوے پریشانی عشق

انتخابے کہ تو از دستِ دُ نیا زده

قیس در وادی دل خیمہ لیلی زده
یار بے صورتِ افتادگی ما گردید
سحرِ صبحِ ازده، باز کہ سودا زده
موجِ طوفانِ غمِ عشق تو گشتم کہ مرا
نقشِ پرواز کہ تو در پرِ غنقا زده
بے سخن کُشته ما را چو تو از کم آنجکی
کہ صبحِ ابری و گاہِ بدربا زده
تہمتِ جرمِ چرا بر سرِ ایسا زده
برتر از دوشِ از اں ز کس شہلا زده
دستِ بر پائے تو ای ساقی کلفام زیم
گر سرِ جام تو برگردنِ مینا زده

فتح بابِ حرم و دیر بتو ارزانی

دستِ چوں عشق اگر بر درِ دلہا زده

ایں چہ نورست کہ اے قلقلِ مینا زده
دلبر اگر دلِ ما را بدلِ ما زده
غلغلِ اندر ہمہ عالمِ بالا زده
دلم اگر دلِ ما را بدلِ ما زده
رحمِ دیگر چہ بودیشہ بخارا زده
ایکہ از کاکلِ خود دام تماشا زده
حلقہِ ہائش ہمہ در گوشِ تمنا زده
تا دلم در نسیم زلفِ اے بتِ ترا زده
بر سرِ درِ عیاں شد کہ سیما زده
اے گل از ضبطِ تبسمِ بدلم داغِ نہی
ایں چہ مہرست کہ بر گنجِ گہرا زده
دانہ خال کہ بر رویِ دلارا زده
فلقہ بر سرِ آتشِ پے تسخیرِ دل است
نوبتِ عیش ز اندیشہِ منرا زده
چوں ز یکِ اندہ آدم و حوا زده
شاد باشی دلِ آزاد ز غمِ چوں امروز
گردشت چرخِ چہا بر سرِ مانا زده باز

رقمِ خامہ تقدیرِ ازل می بکشم ہیج حرفے نہ بود حرف چو بریا زودہ
گشتہ شہر دل من کہ ملالِ املائی بسرِ خویش دگر نشہ اش زودہ

اندریں یزم ز اشعارِ تر خوداے عشق

ابر نیماں شدہ قطرہ بد ریا زودہ

خطِ مشکیں کہ براں لعلِ گہر زازودہ بہرِ دلہا رشمِ نسو سودا زودہ
دامنِ مقصدِ دلِ رامدہ از دست دگر اے کہ پائے برہ ترکِ تمنا زودہ

کارگر تر شو دینا وک اگر برگردید نہ زودی تیر نگہ بردلِ اما زودہ
اے دلِ سوختہ این نامہ پر شوق کہ بود کہ ازیں شعلہ بہ بال پر غنقا زودہ

دست بردا من نیت برساند خوش باش

پشت پائے کہ تو اے عشق بد نیا زودہ

آبِ شرے برج چوں گلِ زیبا زودہ آتشِ تازہ بجانِ دلِ نشیدا زودہ

شد نمایاں دلِ پر خون من از رخسار این چہ رنگیت کہ اے آئینہ سیمیا زودہ

آبِ تابشِ ہما ز خونِ دلِ ملبیل بود شوخ من گل کہ بدستارِ دلار زودہ

شمعِ فانوسِ دلِ من چو شدی باز چرا شعلہ در شیم ازیں جلوہ رسوا زودہ

عشقِ تما کے زو دم چشمِ غبار آلودہ

خاکِ صحرا ہمہ در دامنِ دریا زودہ

آں کونشدست زر تما شنی چوں شد بتِ سلیم بر تما شنی

کردی تو شهید اگر تلاشی
 ہر کس پے آں پس تلاشی
 ہر ذرہ بحسرو و بر تلاشی
 این طسرفہ کہ حسن و عشق با ہم
 بیاب ز جسلوہ تو دیدیم
 لے عیدہ جو سُرغ شرمی
 شوق تو بلا گداز آمد
 مکروہ ندید و زشت نشید
 پسند از و شود تیرسم
 صد قافلہ شد بہ جستجویش
 مادر قسیم و بہر صیّا و
 جو سندانہ خویش جوید آنامہ
 آں گوہر مقصد است نایاب
 برق نگہش گجاست باشد
 نورِ نظر پے کز دست چشم
 با خویش کسے ترا نیابد
 در دیدہ و دل توئی و ناحق

بہر قدم است سر تلاشی
 طفلے نبود پدر تلاشی
 نایاب رہت بہر تلاشی
 خوانند بیک دگر تلاشی
 کریم بنے نظر تلاشی
 بر تیغِ نعمت سپر تلاشی
 آزاد ز ہر خطِ تلاشی
 در راہ تو کورو کر تلاشی
 آوارہ رہ گذر تلاشی
 جز گرد نہ جسلوہ گر تلاشی
 ہر سو شدہ بال و پر تلاشی
 کے راز و ازین خبر تلاشی
 آرد بکفش مگر تلاشی
 آہ دل پر شر تلاشی
 بیند نہ بچشم تر تلاشی
 از خویش کند سفر تلاشی
 گشتیم بہ بحسرو و بر تلاشی

خوش نخل غمش ز برگ برگش
 منعیم مکنید از لب او
 از تیسر و گریخ تا کے
 دل رفت و ندیدہ و دیدہ حیراں
 راہ تو دراز چوں کند آہ
 مانند بدر و دیں نہ بیسند
 بر مسند فقر فخر او را
 آن شمشعہ بار شد جلاش
 فیاضی اوشنید گردید
 نخل کرم است و بار و ارت
 کس دید چنین فرشته خوائے
 خود نقد روان ز ہد و عرفاں
 با عسمر دراز باد او را
 ہر شاخ بود تہ تر تاشی
 طوطی نشود شکر تاشی
 دل شاد و بود جگر تاشی
 گم خانہ شدت و در تاشی
 با شربت مختصر تاشی
 گرد و فلک متسر تاشی
 اقبال بحر و ستر تاشی
 کز درک کند بدتر تاشی
 از بہر صفا سحر تاشی
 نگذاشتہ بے شتر تاشی
 بہر دل ہر بشر تاشی
 با ایں ہمہ بیشتر تاشی
 علم و عمل و جہنم تاشی

لجن اتفاق سے جلد لوہاب بن محمد غوث شافعی رکابی کی کتاب نہایتہ الرسول فی مناقبہ یحیٰ النہ الرسول کا ایک علمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا جس کے خاتمہ چہرے بل عبارت ہے :-

”وہذا الكتاب نہایتہ الرسول فی مناقبہ یحیٰ النہ الرسول بحسب فرمائش، سیدنا و بیگنا منع العرفان بدر الدین محمد بن
 بید العاصی خاظمی ترابہ قدام آل رسول رضا علی شاہ تادری فی القیاح ثانیہ وغیرین بیع الاول ۱۳۱۷ھ من
 ہجرتہ نبی الامام علی اللہ علیہ السلام و اسحاب کرام، ممکن ہے کہ یہ اشارہ ان ہی بزرگوں کی طرف ہو ”فیاضی“

فردوس نشاط و دوستانش بہر اعدا سقر تلاشے
درگوش گلے رسید بس عشق
غواصیِ این گہر تلاشے

فلک بگردش چستے کہ آشنا کردی	کہ استخوان مرا رشکِ توتیا کردی
چہ شوخے کہ نہ شرمندہ حیا کردی	بیا کہ کار و دم را بدمعسا کردی
رواست گریزنی دم ز آشنائی خود	کنوں کہ دل ہمہ بگیا نہ از وفا کردی
موز دیدہ مشتاق ہیچ گاہ و بہیں	کہ خویش را ز نگاہ کہ خوفا کردی
ز تاب گیسو مشکین تو عیاں گردید	کہ قصد خونِ دل رفته عمر با کردی
ز بیچ و تاب چہ بودنت حاصلت از	جنز این کہ مصرعِ آہ مرا سا کردی
بشوق لعل لبخیش جاں دہم ہر دم	چہ زہر بود کہ در حنیمہ لبست کردی
مرا چنانکہ تو دیدی گزشتی رفتی	چرا نہ جانِ حزیم ز تن جدا کردی
بر آرداغِ چو یک رنگی مرا کردی	شگفتہ چوں گلِ عنایت چرا کردی
تمام خواہشِ دل را بیک ادا کردی	چکو میت کہ چہ بر جان مبتلا کردی
زہر رہے کہ در ایم تو در فراز مکن	کہ شوق دیدنِ خود را تو نہجا کردی
مرا کہ دولتِ پائندہ آرزو باشد	ز تیغِ خویش بسر سایہ ہما کردی
نوازشے چہ بود گر کنی بدیدہ من	چہاں کہ آئینہ را باغِ دلکشا کردی
ز بویِ خونِ دلِ خویش مست و مدہوشم	چہ نافہ بود کہ در دامنِ صبا کردی

میرس قصہ پر غصہ فسراقِ دگر
کہ مہر بربِ عشاق بے نوا کردی
دلا مناز بہ چرکارِ بیکہ نیتِ قرا
ہر آنچہ بود مدارا بد لر با کردی
دوای عشق وصال و ندیدنت پرہیز
تو ز ہر ہجر چناندی اخطا کردی
ہنوز کشتہ بیدادِ خنجرِ نازم
تدار کے گنت گفتی و کج کردی
شگفت تر کہ چو مضمون پیش پا سرت
کفِ دعاے من رفتہ نقشِ پا کردی

ہر آنچہ کردہ احساں بود و عشقِ ایدو
کہ گفت در حق بے چارہ جفا کردی

پُر زور ناتوانی کو آبِ ارغوانی
باز آیدم جوانی سانی چو مہربانی
مقصود ہا نہانی انکار ہا عیانی
مایم و بیزبانی یا راست و خوش بیانی
تا دید آں دہاں را از غیبت گویا
گوئی کہ بردلِ ما ختم است ہیج دانی
ابر و چشمِ جاناں باشد بلاے دوراں
در دستِ مت مژگاں شمشیر ہندوانی
پیشانی تو پر حیں خاموشِ حلِ نوشیں
لے شوخ تا بجی ایں مشقِ ستم سانی
ما را خرامِ نازت پا مال ساز طاعت
کے جز تو از نزاکت نمود پہلوانی
در عشق تو چنانم حیرانی است از انم
خوں می کشم ندانم ایں باز ناتوانی
گر چہ شہادت مارا بود سلاست
سر تا بسزدا مت گردیدخت جانی
زاں ل نامیکدہ ہوئے مگر نیکدہ
جانم لبِ سیدہ در شوقِ میہانی

کے میڈیمیت از دست گردیم مازہ مست
ای شکر تو ہر دم آبِ حیات در دم
من حسن ظن فرو دم در خدمت تو کم کم
ہر جا کہ بود ہاموں گردید از تو جیون
در ایس سر ماتم جاں سوزنہ سنجم
سرما یہ سعادت از دایع عشق بادت
در عشق آں پریر و نالاں شدم ہر سو

تشویشے بر کنار است ساتی چو در میانی
عمر عزیز کردم صرف گمس پرانی
آخر یقین شد اینم بسیار بدگمانی
اے سل اشک پر خوں خوش مطلق العنانی
و انی کہ پیش خوانم بودہ یکجہ نعمانی
خواہی چو بر مرادت نقشے و لاثانی
من ای وجہ اشکو حبابہ جفانی

گفتند امتحان را آرند دل تنال را
من عشق نقد جاں دادم ہر دردگانی

در شوق شادمانی چونم دلا بدانی
از دیدہ گرہانی تو جان عاشقانی
از راہ مہربانی سنگے مرا بدانی
در باب اضطرابم چوں میدہد عذابم
نگذار زار و نالاں کہ یک نگاہ بیاں
جو نندگان دل را دادہ نشان دل را
از غفلت تو جاناں ملک دل استویراں
شب چوں مرا بسر شد زان کہ ترا خبر شد

مانند پیر فانی و ریاد تو جوانی
آثار ہا عیانی ہر چند بے نشانی
بگذر ز لعل تو انی یک جلوه گہانی
بے تو کجا بیا بم آرام زندگانی
یتیمار در منداں کردی و میتوانی
راز نہان دل را دانستہ ام کہ دانی
وے بندہ تو شاہاں این طبع ریا سبانی
گو نا کہ سحر شد گرم جگر فشانی

اے شہنشاہِ پرفن من این آشیون من
تا حال غمزہ ناز و در صید جال آشتیاز
شد ہجرت جانا چوں کرد مہر نامہ
زین رو کہ حزینم مشکل مفرا زینم
نساب جان محزون در قید غم خور نمی
اے طائر ہمایوں خوش عرش آشتیانی

پیغامِ وصلت او کرد تو عشقِ دل مکن ہر
انکار نامہ آورد شرمندگی نشانی

دوریم از تماشاخوں تبدیل تمنا
گفتار تو عجیبے کس را نشد نصیبے
وانیم قدر گسیو کے می شو و پرو
اے فخر میرزا علی فضل اللہ الحسینی
بجئے بیمار مارا اے باد بوستانی
ہر لفظ تو غریبے در کثرت معانی
ہم سر بیک سر موصد عمر جادوانی
کز فرط نیک نامی عزت فزاغانی

خواہم ہمیں بقایت از بکہ خاک پایت

شد سر مہ بصارت در چشمِ قدر دانی

از گریہ خاک بر سر ایں آبرو کنی
مکشائے دیدہ جز بربخ دوست زینہار
باقی دہان تشنہ در یاکشاں بہ می
ہستی چو قمریاں بشود غل بگردنت

خوش باشد آبِ نازہ رواں گریہ کنی
ایں چاک را بسوزن شرکان تو کنی
لبریز گر چہ شیشہ و جام و سبو کنی

چنداں لبِ عشق سرور دانش غلو کنی

لے دل ہوں شبابِ تہا کے وز دودِ جگر خضابِ تہا کے
 نازِ حسن و شبابِ تہا کے ایسے سستی دایں شرابِ تہا کے
 بے جسم و گنہ عتابِ تہا کے بر جانِ من ایں عذابِ تہا کے
 زلفِ تو ز رخبتابِ تہا کے شبِ دربر آفتابِ تہا کے
 زانِ زگرے مست مسجد و دیر چوں خانہ دل خرابِ تہا کے
 او غافل و دل بکچھ ابرو بر طاق بود کتابِ تہا کے
 جامِ دلِ من ز دستِ ساقی پُر باشد و بے شرابِ تہا کے
 آیم با خود بدیر تا چمن رفتن ز برم شبابِ تہا کے
 بلبلِ اتر شکِ عارضِ او بر آتش گل کبابِ تہا کے
 در شوقِ سروغ طلعتِ او تردیدِ آفتابِ تہا کے
 لبِ زیرِ تبسمِ آں دہانِ است در جوش بود شرابِ تہا کے
 ایجاں منم و نفسِ شمارِ می دم دادنِ بھیاں تہا کے
 بے آبِ مروتِ است دنیا از رہِ بر دتِ سربِ تہا کے
 بیگانہ شد است یار و عاشق شرمندہ انتسابِ تہا کے

حرفے برا و عشقِ بنویس
 او منتظرِ جوابِ تہا کے

قُطْعہ

بعض اقدس عالی رسانند پریشان حالی خود کردہ تو

اگر میری زنجشش شاد مگر است
بہر خدمت کہ ساز و خواجہ نامور
ولے آہستہ می گوید فلاکت
قدامت با لیاقت ہمزبان
حوالت می کنم بر فضلِ داور
چہ داورِ داورِ لطف و کر مہا
بعدل و حکمت و فہم و فراست
رواہم عمرو جاہ و دولت او
غلامے بچوں من از یک عمر منعموم
بجز تسلیم کار بندہ معلوم
چرائی از ترقی عشق محروم
سکوت از بندہ باشد نیک مذموم
جوابات میں پرسندہ شوم
بالاری و مختار بیت موسوم
عدیل او بہستی گشت معدوم
بحفظ خاص تو یا حی و قیوم

زیادت دور از پارس ادب
بکم گفتن طوالت گشت محنوم

رباعیات

حیرانی مآئینہ دار است این جا ہر داغ گل و نالہ ہر راست این جا
بر خود ز نشاط چوں بنالہ حسرت در عین خزاں طرفہ بہار است این جا

در کار گہ عشق ز ہر پیشہ بر آ فرہاد مباحش و از سر تیشہ بر آ
دانش نخر ند تا بجنونت چہ رسد دیوانہ مشو چو قیس ازیں پیشہ بر آ

از بس کہ ربوہ تو دل از بر ما صد خندہ ہمی کنی بچشم تر ما
آخر چہ فسون است لب تو کہ بخواند مادر سر شوخیکہ ندر دوسر ما

داغ تو بداغ میرساند خود را خاطر بفراغ میرساند خود را
عشق تو جد از دل نخواہد بودن این سے با بلغ میرساند خود را

مانا یہ سبز و دود آہست این جا جانسوزیت اے چرخ تباہ است این جا
ہر داغ سیاہی ہے کہ تو بردل بینی غور شبید مراد، روبراہت این جا

مخروش کہ آرزو قتل است این جا خون دل بیدلاں سبیل است این جا
کو درد کجا داغ چہ باشد ز خموش ہر دعویٰ عشق بے دلیل است این جا

دشوق بہار جلوہ اش مست برآ ساغر ز دل پر شدہ در دست برآ
در گلشنِ اعتبار کو رنگِ ثبات بوئے شدہ یکدم چو نفس ہست برآ

عاشقِ تخمِ سرشک کار دایں جا تا نخلِ مائمی برآرد ایں جا
غیر از لختِ دل بدامنِ مقصودش ہرگز دیگر نثرندارد ایں جا

در ہجر چہا شوقِ وصال است این جا بر دل ز ملال صد وبال است این جا
بر شبنمِ حرامِ شربت دیدار است خونِ ریختنِ خویش حلال است این جا

دو رخ چہ بود ہجر بنائے آئینہ آئی چو دمے بہ کہ نیائی آئینہ
از سوزِ مزینِ دم کہ گدازی چو نثار روپوشی شست خود نمائی آئینہ

مشتاقِ ترا غم تو کا ہیبتِ بیا دامنِ غرورِ حسنِ بر حیدہ بیا
در راہِ زمر دماں نیاید نثر مت لے مائیہ ناز و دیدہ و دیدہ بیا

بنگر چوں با دیدہ خونبار نشینم از بس بر عهدِ دل غم خوار نشینم
زین نفس سرکش ہمہ بیزار نشینم تا او باشد زندہ عزادار نشینم

بر خود نازم عشق و نادار نشینم در یاد آں شوخ جفا کار نشینم
آمد ناگہ ہوشم بگرفت و رفت من اور ازین بخت طلب کار نشینم

دورم دورم گو بر دلدار نشینم یعنی از خود من پس دیوار نشینم
حیرانم اے عشق کہ آں نورِ نظر در چشمِ است و طالبِ دیدار نشینم

از لطفِ قد و صباحتِ خدِ چہ کنی وز سلسلہٴ جعدِ مجتہدِ چہ کنی
از ہر طرفِ جمالِ مطلقِ تاباں اے بیخبر از حسنِ مقیدِ چہ کنی

تا بر خودستی عشقِ یارے را چوں نے اے دل نمیکنی کارے را
چشمش ہر دم در حبانم میگردد طاقت بنگرِ دائمِ بیارے را

دیوان

حکیم المملکت لوی حکیم عبدالباسط المتخلص به عشق

موسوم به

تراغیث عشق حصہ دوم

متمم

غزلیات و رباعیات اردو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

مولوی عبدالواحد صاحب نے بوقت ترتیب دیوان اُردو حسب ذیل دیباچہ لکھا تھا۔ جس کو بحسنہ نقل کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عمی و استاد حضرت مولوی حکیم عبدباسط صاحب قبلہ المحیط حکیم الممالک عشق تخلص حضرت علیہ السلام کا پورا کلام مدون نہوا اور جو کچھ ہوا تھا اتفاق سے وہ بھی تلف ہو گیا۔ بہت سی غسریں مدرس اور ہمارے حیدرآباد میں اُن کے بعض شاگردوں اور دوستوں کے پاس رہ گئی تھیں اس کمترین کے نزدیک بھی فارسی اور اُردو کی چند غزلیں تھیں جن کو حضرت مرحوم نے کمترین کے حسب درخواست اپنے محبت صادق نواب سید علیچاں صاحب حماہ اللہ الواہب کے پاس سے منگوا دی تھیں۔ تاکہ اُن کی فراہمی ہو جائے پس کمترین نے ان کو اجزائے ذیل میں بلحاظ ردیف جمع کر دیا۔ اور حضرت قبلہ کا ہی مدظلہ و عم فیض کی ہدایت سرایا کرتے تراشہ عشق اس دیوان مختصر کا نام رکھا فقط

الراقم۔ کمترین محمد عبدالواحد۔ عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیدہ تر مرا کب شوق میں سائل نہوا
دل میں قاتل کے ہے کچھ سائل نہوا
برجِ آبی میں ان آنکھوں کے نہیں ہے وہ
وصل میں بھی ہی نشہ رہا مطلبِ پنا
کیا وہ جانے مری حیرت کہ حیا کے مار
نقشِ دیوار نہیں دیکھو صورت میں ہی
مرد کے دیدہ آئینہ میں کب ہے درکار
کچھ ادا خر کی پوچھو کہ نہیں ہے معلوم
اُس لآزار کو کیونکر نکھوں صا جمل

ہوا حائل ہی دیدار بھی حاصل نہوا
ناز کا میں بھی تو سبیل ہوا کھائل نہوا
جذبِ لفت کا ہماری ابھی کائل نہوا
ترک بھی بحر سے گویا لبِ ساحل نہوا
دیکھ آئینہ جو اپنا ہی مقابل نہوا
کون جو حیرتی شکل و شمائل نہوا
کیا ہوا عارضِ جاناں پر اگر تل نہوا
طے ہی جب ہم سے محبت کا اوائل نہوا
کہ بصد جو رچا اُس سے مراد ل نہوا

ابے مانے سے نہ رکھ قدر کی تو اُسے عشق

بے ہنر کیوں نہوا کس لئے جاہل نہوا

جن کو نہیں خیال خطا و صواب کا
ہو نہیں شہیدان کے ہی ناز و عتاب کا

ہوتے ہی صبح کھل گیا گل آفتاب کا
 جو سننے والا تھا مرے حالِ خراب کا
 آنکھوں سے بھنا بند نہیں خونِ ناب کا
 خواہاں ہوں ان لبوں سے نقطِ حیات کا
 لاؤں کبھی نہ نامِ زباں پر شراب کا
 پھر خواب میں بھی دیکھنا شکل ہے خوب کا
 دیکھو قرآنِ صاف مہ و آفتاب کا
 اسے شیخِ حرفِ خواں ہوں میں دل کی کتاب کا
 سمجھو اگر تو تاج ہے کارِ حباب کا
 غنچہ ہے اس ہن کا کہ شیشہ کلاب کا
 جانے دو کیا کروں کہ ہوں فیدی حساب کا

پادر رکاب شائقِ دیدارِ عشق ہے

کرے نہ دیر وقت یہی ہے شتاب کا

کہ میں آپ کو ہوں چھپایا ہوا
 کہ دل بھی مرا ایک دن ہوا
 کہ ناحق تو محوِ منت ہوا
 مرے دل میں کیا روگ پیدا ہوا

سر کا نقابِ ات جو اس مستِ خواب کا
 افسوس ہے کہ اب تو وہ دل بھی نہیں ہا
 جب سے وہ تیر غمزہ ہوا ہے جگر کے پار
 ہاں سے غرض مجھے ہے نہ مطلب نہیں سے کچھ
 ساقی کی اک نگاہ نے ایسا چھکا دیا
 عاشق کو خیمِ تر دلِ بیدار چاہئے
 آئینہ لیکے ہاتھ میں چہرے کو دیکھو حجب
 رکھ دو اٹھا کے دفترِ ارشادِ طاق پر
 نقشِ بر آبِ بسندِ شاہی کو دیکھئے
 ہے ان کی گفتگو سے معطر تمام بزم
 آتے ہیں وقتِ فکرِ مضامین کو ہزار

ترے جلوہ سے کیا آجالا ہوا
 یہ تبیجِ گیسو کا سودا ہوا
 میں حیراں ہوں ایدل تجھے کیا ہوا
 کوئی مجھ سے تدبیرِ بنتی نہیں

خبیر بھی نہیں اُس کو میری ہوئی
 ہیں ناکام نکلا نہ کام آہ آہ
 ستاؤ نہ تم عاشق زار کو
 یقین ہے وہیں مجھ کو آجائے موت
 جو ہے بت کردہ یہ تو پامال ہے
 بہار جوانی ہے اُن کی غضب
 کسی نے نہ دیکھا حنائی وہ پا
 دل و جاں سے جس پر ہوں شیدا ہوا
 دلا اہتمام اُس کا کیا کیا ہوا
 وہ دنیا سے دل ہے اٹھایا ہوا
 جو دکھوں کہیں اُس کو جساتا ہوا
 اگر کعبہ ہے دل تو ڈھایا ہوا
 وِدانوں سے آباد صحرا ہوا
 تو پھر فتنہ کیا یہ برپا ہوا

ہو عشق عاشق جو جاگے نصیب

کہاں کوئی معشوق تم سا ہوا

پردہ میں تیا جوہ عشق سا عاشق نکلا
 آئینہ تو کہیں بہر اد سے فائق نکلا
 شکر صد شکر کہ معشوق موافق نکلا
 ان کی تصویر کشی کے یہی لائق نکلا

قول سے فعل کہاں اُن کا موافق نکلا

ان کو جھوٹا جو کہا تھا وہی صادق نکلا

گل ہوا جب سے کہ یار پر حفاے غلیب
 اس چمن میں ہی نہیں جب رنگ بولے امتیاز
 خار کیا کیا ہو گیا رنگ و نائے غلیب
 مکر سے ہے نامزد صدق و صفا غلیب
 ہے بُرا کچھیں عدوئے بیہیائے غلیب
 باغیاں کر جان دل اپنا فدائے غلیب
 گل ہوا جب سے کہ یار پر حفاے غلیب
 اس چمن میں ہی نہیں جب رنگ بولے امتیاز
 شکوہ صیاد کیا ہے اُس گد چندان یاد
 فی الحقیقت یہ تو ہے علاج تیری اس لئے

قلقلِ دنیا سے سنتے ہیں تو اُغلیب
ہے یہی ہر دم صبا سے التجا اُغلیب
دیکھ کر بھی حالتِ عبرتِ فرا اُغلیب

ہم اس کیشِ میخانہ جب سے ہو گئے
بوئے گل کو باغ سے یا ہرنہ لیجا نا کبھی
کیا غضب ہے خوش زواری سنہریا ہونا

عشق جا کر باغ میں ہرگز غزل خوانی نہ کر
ہو خجل نیز ار بجھ سے ہو نجائے اُغلیب

شمعِ دماغ سوز ہماری زباں ہوا ب
مشتِ غبارِ پناپس کا رواں ہوا ب
پیسری ہوئی نمود مرادلِ جوا ہوا ب
فارغ رہے جہاں مرادلِ جہا ہوا ب
دشتِ طلب میں قافلہ ریکہ دلا ہوا ب
دولتِ سراپا رکی رہ نیشاں ہوا ب
آتش تو بجھ گئی پہ نکلتا دہلوں ہوا ب
قبضے میں یار کے جو دلِ اُڑاں ہوا ب
جوشن یہی ہے اور یہی حرزِ جہا ہوا ب
کیا اعما ویا را اگر مہرباں ہوا ب
یہ نیم جاں بھی مجھ پہ تو بارگراں ہوا ب
صد سے صد و جاں مرا آرامِ جہا ہوا ب

سوز و گدازِ شوق میں دشنِ بیاں ہوا ب
راہِ طلب میں گرم رویِ وہ کہاں ہوا ب
تھا ضعفِ دل کا شکوہ جوانی میں کس قدر
کنجِ دہن میں یا شکنِ زلف میں سہی
رہر و تمام مٹ گئے مانند نقشِ پا
کثرت ہوئی ہے نقشِ قدم کی جو اس قدر
دل جا چکا تو شورشِ آہ و فغاں رہی
مجھ پر امید و بیم کی رہتی ہے کشمکش
دل دیکھے داغِ سینہ سے میرے نکل گیا
میں جانتا ہوں اس کی تلونِ مزاجیا
کیونکر بھلا شتم یہ پتہ میاں ٹھا سکوں
دیکھا کہ رحم کرتے ہیں سب میرے حال پر

میں ملتی ہوا کہ سنوں طبع زاد کچھ ق فرمایا عشق نے کہ یہ در در بارِ ہر اب

طاقت نہ کہنے کی نہ سمجھنے کا حوصلہ

فکر و تماشائیں شعر و سخن رائگاں ہر اب

پل گیا ہر شوق میں کس رہگذر سے آفتاب
ایک دم بھی دم نہیں لیتا سفر سے آفتاب
دل کو روشن کرنا داغِ عشق کا ہی کام ہے
مطلقاً واقف نہیں ہے اس ہنر سے آفتاب
حسن انکا دل کو خوں کرتا ہر کس رنگ سے
لعل تپھر کو کرے فیضِ نظر سے آفتاب
بیمہ اسکل جو گریباں سے نظر آنے لگا
ہے یہ بھیا کہ نکلا اس کے بر سے آفتاب
آنکھ پہ پنے مہر و مہ کے نور سے روشن ہو
کاش نکلے اک کسی در بند گہر سے آفتاب
ہے طریقِ شوق سے ہر بے ادب کو کیا خبر
طے کیا کرتا ہے یہ رہ اپنے سر سے آفتاب
آئینہ اسکے مقابل دیکھہ کے حیران ہوں
ہو گیا کیسا قریں دن کو تو مر سے آفتاب
اس کے جلوے سے جو اختر آنکھ سے گرنے لگے
گر پڑا بیجا رگی ب کی نظر سے آفتاب

داغ پر دو دھجکر آخر گہن ہو جائے گا

عشق دیکھا کس نے خالی خطر سے آفتاب

آنکھوں سے نہ دُریوں پھر کر
دل کو تو مرے ذرا جُدا کر
اُس جس جمال سے بچا کر
دینا ہے ڈبا وہ آشنا کر
کیا فائدہ میری جستجو کا
گو یا میں گیا ہوں اس کو پا کر
ہجراں بھی کوئی بلا بُری ہے
ڈرتے ہو جو تم مجھے ڈرا کر

بنجواب و خورش میں ہجر میں ہم
مجلس میں ذلیل ہم ہوتے
سنتا ہنیں میری میں سنوں کیوں
ملنا ہے محال اس کا یوں ہی
ہم جان سے جانے مستعد میں
مر جائیں گے یار کچھ بھی کھا کر
ریتے نہ اٹھا جو تم بٹھا کر
جو چاہے سو تو نے مجھے کہا کر
سو بار پھر آئے ہم بھی جا کر
اے کاش کہ دیکھے وہ بھی آ کر

حالت ہے مری تباہ اے عشق

تو بھی مرے حق میں کچھ دعا کر

شرمندہ اس قدر ہوئے اپنی رضا ہم
بے پردہ پردے میں کسی پردہ نہیں ہیں
اب کے قضا کرینگے کسی کی او اسے ہم
عینک صفت حجاب بصیرت فرا سے ہم

دل باغ باغ اور معطر و ماغ ہے

کیا بہرہ یا بے عشق میں شعر ذکا سے ہم

تم سے آپہیں جدائی ہر تول مل و نول
دولت حسن خداداد ہر تم کو دیکھو
مرغ وانا کے لئے وانا واما سیاہو
کیا وانا ہے ان آنکھوں سے حذر کرا بیل
میونائی و ونا میں جو چلی بخت تخی کل
نالہ زار کیا کرتے ہیں، میں دل و نول
آنکھیں پنی ہوئی ہیں کاسے سائل و نول
گھات میں رہتے ہیں لکے وہ خط اول و نول
ترک بدست نظر آتے ہیں حبا ل و نول
میں دہر بارادہر ہو گئے قابل و نول
صل و ہجران کے سوا دل ہے رہ عشق میں کیا

منزلین ہوتی ہیں تیرے لئے مشکل دونوں

منظر کشمکش یاس و تمنا میں ہوں
مطلقاً مجھ کو نہیں اپنے دل و جاں کئی
دورِ اہل نظر مانعِ نظارہ نہیں
دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھاے
آئینہ ہے کہ ترا محوِ تماشا میں ہوں
عشق کہتا ہے نہ کھا غم چن آئیں ہوں
کیا کروں کشتہِ صدمتِ بیجا میں ہوں
گل ہے سودا تر او بلبلِ گویا میں ہوں
ہوں تو صحرا میں مگر عابرِ دریا میں ہوں
نرما صبر تو سرگرمِ مداوا میں ہوں
تختِ مشق بنا بہرِ اطمینان میں ہوں
سر سے لے تا بقدمِ شرمِ نقاب میں ہوں
الف اس قد کا جو کہتا ہے کہ لیتا میں ہوں
بسکھارت زدہ نشہ انشا میں ہوں
کچھ نہ سمجھا کہ ہے کیا خوبیِ موزوں طبعی

کیا کہوں کس سے کہوں کون ہے سنا ہے عشق

بزم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں

ہے درد کونسا کہ بیاں میں نہاں نہیں
یہ کیا غضب ہے گر ترے منہ میں زبان نہیں
دل سوزِ مثلِ شمع ہماری زباں نہیں
ہر دم نہیں نہیں ہے کبھی ایک ماں نہیں

کیا کیا کشیدہ ہم سے وہ ابرو کمان نہیں
 حیراں ہوں میں کہ کیوں کے نظروں چھلکی ہو
 اُس کی نظر ہے صاعقہ برق طیاں دل
 پیاسی مرے لہو کی تھی قاتل کی تیغ کیا
 چرچا ہے تیغ ابرو قاتل کا جس جگہ
 جس کے سب سے چھوٹ گئے دوستوں سے ہم
 فرہاد قتلِ ٹھ گئے دُنیا سے کیا ہوا
 کم سایہ ہمارے نہیں ہے فروغ شمع
 سر رکھ ہی دیگا ایک اک رُوز آفتاب

فرطِ الم سے تابِ سخن کب ہے عیشِ شوق

آوارہ ہے خیال تو دل میں تو اں نہیں

کب حرفِ شکوہ داغِ سا مہرِ دہاں نہیں
 جگرِ مِثلِ طفلِ ہماری زباں نہیں
 مانوس مہر وہ مددِ لستناں نہیں
 ناشرِ سوزِشِ تپِ لفتِ مِثلِ شمع
 تارِ یکے تنگ گردِ کدورتِ سحرِ کب تلک
 زندانِ دہریں ہے وہ زنجیر کی صدا

مانندِ غنچہ کب ہم تن دل زباں نہیں
 کیا درِ دل ادا ہو کتابِ بیاں نہیں
 اور آشنائے میر بھی پتا تو اں نہیں
 میرا ہے جسم مغزِ تمامِ استخوان نہیں
 دل ہے ہمارا یا وہ کچھ میرِ دال نہیں
 جُزِ نالہ ناتواں کا ترے کچھ شال نہیں

نزدیک تھا ترپے کے ہلا دے زمین کو
تیرے ہوائے شوق سے محکم ہو تو پھر
دُور دل بسانِ شیشہ ساعتِ ہر دو تو
جو فیض چاہئے درِ دولتِ دل کے لے
خاطر میں اس کی ضعف میں ہی نجا سکا
پاسِ ادب سے دُور تیرا تاواں نہیں
مانند بلبلوں کے مرا آئیاں نہیں
جز گردِ تفرقہ کے کوئی دریاں نہیں
جز فتحِ بابِ کوئی یہاں پاسِ نہیں
شکوہِ فراموشی کا کروں کیا زبان نہیں

جاں کے لئے بدن کو کیا میں نے خاکِ عشق

ہو تا عزیز کس کو بھلا میہ سماں نہیں

اصراریوں نہیں ہے مناسب میان نہیں
ہاں گر کہو تو ہے جو نہیں بولو ہاں نہیں
جو ساتھ ساتھ اپنے وہ سرورِ روان نہیں
موجود ہر کہیں ہے پر اس کا نشان نہیں
تینجِ نگہ سے اس کا مسخر جہان ہے
ہے شوق بس یہی کہ تجھے دیکھتا رہوں
کھولو جو کان کو تو بنے پر گہرِ صدف
میں آبلے کہیں دُرِ مضمونِ آبدار
سریچ بیچ کرتے ہیں سودائے عشق ہم
تجھ سا نہا بہارِ چمن میں بنا کے پھول
ہم خوب جانتے ہیں کہ تم کو دہان نہیں
یہ امر آپ کا ہے مرے تن میں جان نہیں
قابلِ نظارہ کر نیکیا بے بوستان نہیں
جلوے میں جمالِ کہاں ہے کہاں نہیں
لو کب سیرِ زلفِ مہِ آسماں نہیں
لیکن حجابِ دیکھی ہو گیاں نہیں
ابر بہار ہے یہ ہمارا بیاں نہیں
بے جوہر الغرض مری سیفِ با نہیں
یہ وہ معاملہ ہے کہ جس میں زباں نہیں
ہاتوں کو اپنے چومتا کیوں غبار نہیں

دُوزخ مقامِ حنّتِ عالی مقام ہے دل میں ہمارے بادِ زخِ گلر خان نہیں

اسرارِ دل کے کہتا ہوں پردے میں شعر کے

کیا عشق اس کو سمجھیکا تو رازِ دان نہیں

بیلِ خزاں میں مگر گئی شورِ نغاں نہیں مجلسِ عز کی ہے چمنِ رُوحہ خواں نہیں
مکتو شمعِ اُس کی طرف کب ان نہیں کلبِ کِ خامہ مثلِ شرہ خوپچاں نہیں
کیا شوقِ بوسہ لبِ باقی ہے دیکھئے کب مثلِ جامِ بادہ مگر لبِ چاں نہیں
تابِ نظر کو پیچ کو زلفوں کے دیکھہ یار یہ دُودِ آہِ سلسلہ جنباں کہاں نہیں
اے دل ہر مانگ اُس کی رہ کعبہ صفا تے میں یکِ خس کے یہاں کہکشان نہیں
ثابت ہوا ہمارے زخِ پُر فروغ سے شعلے کو طور کے جو ساتھ دہواں نہیں
ہو گردِ راہ اُن کی یہ پایا ہوں معرُوج اُس خاک کی زمین ہے یہ آسماں نہیں
دیکھو جو اُس کو غور سے دلِ داغ داغ ہو آئینہ بہار ہے برگِ خزاں نہیں
باغِ جہاں میں گلِ پژمرده ہیں آہ گلچیں ہمارا کوئی بجز باغبان نہیں
مثلِ ستارِ شترِ ثرگاں کے شوقِ بیا باہر ہیں میرِ دل میں گو کانِ نشان نہیں
جلتا ہوں ہجر میں کہ ہوں فانوسِ چراغ نزدیکِ پہرے تنِ ناتواں نہیں

اے شمعِ بزمِ حسن جو دعوت نہ کی تو کیا

پروانہ تیرا عشق ہے کچھ میہاں نہیں

بیجا گلی میں اُس کی یہ شورِ سگاں نہیں پر کیا کروں سکت سے دُورِ استخوان نہیں

اک شب بھی آتے پاس پڑے امتحان نہیں
 بے چین کچھ بھی جب میرا آرام جا نہیں
 نسبت ہمارے میں سے وہی شخص و عکس کی
 منہ دے نہ آئینہ کو حیا کی بھی شرم رکھ
 گر چشم آئینہ میں حیا کا نہیں ہے نور
 قاصد پر اکتفا ہے کہاں شوق میں تیرے
 برباد ہوئے گل کی طرح کیوں کرے ہر تو
 فریادِ حاشی میں ہے گوشِ زبان یک
 بیگانہ خوئی آپ کی کافی نہیں ہو کیا
 وقت سے ہر ملی ہوئی رنگینی کلام
 میں مانتا ہوں قول کو مہون کے دل سے عشق

”جو فتنہ خیز اب ہے زمیں آسماں نہیں“

حسنِ یقین میرا ہے تم بدگماں نہیں
 کیسے کہوں کہ واقفِ دروہا نہیں
 تیرے سوا میرا کہیں اب نشان نہیں
 یہ شوخ دیدہ یار تیرا زواں نہیں
 کیوں سرمہ دینا اس کو تیرا آئینہ نہیں
 سیلابِ شک ساتھ کب سے رولا نہیں
 گلزار کا یہ رنگ ہے لعلِ فغاں نہیں
 جز غنچہ اس چین میں مرا ہنر یا نہیں
 دروازہ پر ضرور سنگِ پیاساں نہیں
 یہ سنگِ لاخ دیکھو کم از گلستان نہیں
 میں مانتا ہوں قول کو مہون کے دل سے عشق

کچھ لعل ہی پہ سوزِ جگر کا گماں نہیں
 کیا آگ میرے دل کو جلائی رہا نہیں
 اُس شمعِ زخمِ سن کی ہیں دلفروزیاں
 فرما ہزار جان تجھے پرہوں تو بھی آہ
 کس قافلہ کا ہے دلِ نالامِ اجروس
 ہے کون تیرے لب سے جواشِ بجا نہیں
 اجالِ دل بھی کہنے کی تافِ نواں نہیں
 پُر دودِ دل نہیں میرا آتشِ بجا نہیں
 منظور میری زینت تجھے میری جا نہیں
 گدرا نہ ایک دم جو باہ و فغاں نہیں

سہستے جھٹائیں ہو تو چلے ہم تمام اور
ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہر خم
مسجد کو ویر کو نہ گیا میں تو کیا ہوا
منہ پھیرتے رقیب میں نہ تا تو اس کیوں
غم تیرا کیا بسا دل خانہ خراب میں
اُس نے سفر کیا تو ہے جاں پا در رکاب
رُونا اٹھا ہے گھر سے ترے عشق رُوک لے

قابل شنائے بحر کے یہاں تو اس نہیں

مہر و مرقس ہے تو خوفِ قرآن نہیں
تیغِ زباں اُس کی کسی کو اماں نہیں
بیخت جانی اپنی بھی کچھ راگناں نہیں
شوقِ نظارہ میں ہیں سو گھر اُرجاڑ
غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا
میں مرتے مرتے ایک نظر تجھ کو دیکھ لوں
آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گذر
یوں چاٹ چاٹ تیغِ زباں کو نکرے تیز
رہتا ہے تیرا دل چاک چاک میں

گردش کا تیرے کچھ بھی خیال آسا نہیں
اور کیا جواب تلخ سے شکر نشان نہیں
اک دم نہیں جو تیغِ ستم کی فساں نہیں
میں بھی چمن میں ہوں خبرِ شیاں نہیں
سیج کہتے ہیں عیشِ خوشی جاودا نہیں
ہے شوق دیکھنے کا مجھے فکر جاں نہیں
کہتا ہے درود و ذکر کا خالی مکا نہیں
لبِ لعل آبدار ہے سنگِ فساں نہیں
اُس مرغِ تیز پر کا کہیں شیاں نہیں

گر جاں گئی تو اُس کی جگہ شوق ہر ترا کب ملکِ ل میں اس کی حکومت ان نہیں
غالب کی طرز پر بھی سناوے کوئی غزل
کیا عشق تو دلیل رہ شاعراں نہیں

ہاں سنا اثر سے یہ شور و فغاں نہیں لفظ کہن میں معنی تازہ سے جان نہیں
ہر دم ہے تیری یاد میں پاس نص مجھے نزدیک تجھ سے دُور تر یا سب ان نہیں
جو رستم سے تیرے ہوں ممتاز خلق میں خلعتِ بیفخر کی ہے ترا امتحاں نہیں
مجھ کو خفیف کر کے نہ بچتا و بار بار جو بار دُور گئے تم سو وہ دل پر ان نہیں
ہر لفظ ایک بحر ہے ہر معنی ایک کان خاطر میں نکتہ سخن کے کچھ بحر و کان نہیں
گردش جو دیکھ لے تھی اُن آنکھوں کی یکبار چکر سے چین پانا ابھی آسماں نہیں
اور اک غزل کے سننے کا ہر شوق دل کو عشق

میں بھی تو شعر فہم ہوں کیا قدر داں نہیں

ہم سے ہوا سلوک جو تم پر نہاں نہیں کب کر خیر آیکا درِ دِزباں نہیں
جب جائے دل کی کوچہ زلفِ بتاں نہیں ہے مرغِ پر شکستہ جسے آشتیاں نہیں
اپنا مکانِ جاتوں جز لاہماں نہیں ہے یہ بھی اک نشان کہ تھا کچھ شاں نہیں
سودا یہ سود کا ہے سرا سبزیاں نہیں کب گرم اس کا دم میں میری دُکاں نہیں
رہتا تھا دل میں درد کیا اس کو چھوڑ دل کیا طرفہ ماجرا ہے مکیں مکاں نہیں
زاہد تو نیک رہوں بد میں جو دیکھئے آپس میں غیر فرق عیاں و نہاں نہیں

تھا دل غریب سنی بیگانہ ہو گیا
طاقت نہیں کہ دور کروں اسے خطراً
جز بیتِ ابرو صنم اس کا مکان نہیں
مالک ہے اس مکان کا وہ میہاں نہیں

اے عشق بس کہ شورِ قیامت بپا ہوا

آوازِ صور کی سی ہے تیری فتاں نہیں

کب بیدہ خیال میں موئے میاں نہیں
دل تھا کہ آئینہ تھا تمہارے خیال کا
کب ضعفِ دل کا یار میں رازِ نہاں نہیں
میر خنڈ ہنڈ ہتا ہوں پر اس کا نشان نہیں
کروں کیا یہ تبسمِ نہاں عیاں نہیں
بوسِ کنار کا تو سخن درمیاں نہیں
خوفِ نظر کسی سے تجھے آسمان نہیں
ممنون میں تمہارا کب دوستاں نہیں
کب تجھ سے آئینہ پکناں کا گمان نہیں
دیتے گواہی کیا ترے لبِ رواں نہیں
اے یار دیکھ نہ مالہ آتشِ فشاں نہیں

حشرِ حیات کی ہے موجِ دلربا

ابر و تمہاری تیغ نہیں اور کماں نہیں

موجِ خموشی کہئے تو کس وقت ہم نہیں
کہتے ہیں گر عیاشِ حیران ہم نہیں
یہ بھی زیادہ گوئی سے سمجھو کہ کم نہیں
آئینہ دارِ شرم مگر کب قسم نہیں

ہنستا ہوں دیکھو دیکھو میں ان کو کہ غم نہیں
 مجھ سے تو حال بھی نہ لکھا جا بیگا کبھی
 فرط غم و حزن نزاکت سے کہتے ہیں
 میں جانتا ہوں پیاسے مرغون کے ہونم
 دلبر کا اپنے شکر ادا کس زباں سے ہو
 جب سے کہ یا سکا دل وارفقہ رام ہے
 بیدم سمجھ کے مجھ کو تو دم دیتے ہی ہے
 حاصل مراد مے کے پیالے سے ہر کام
 قائم مقام عشق کا جز غم نہیں کوئی
 اے شاہ حسن ناز ہے کیا مجھ فقیر پر
 آنسو کے بدلے آنکھ سے حسرت پگھلتی ہے
 کیونکہ ہے اپنا شیشہ ناموس چور چور

کیا صورت اُن کی غیرت باغِ ارم نہیں
 اُس سا وہ رُود کا عشق ہر شوقِ رُم نہیں
 ہم سرگراں نہیں بلکہ گردن میں خم نہیں
 کیوں بے محابا چھوڑتے کھانا تم نہیں
 وہ دل نہیں سینہ میں وہ درد و غم نہیں
 اس کو کسی سے پھیر بجز آرامِ رُم نہیں
 دم بھرتا اُن کا کب میں رہا دمبدل نہیں
 کچھ غم نہیں میسر اگر جاہِ بسم نہیں
 سترِ مقدم جو ہم ہی رہے ہم تو ہم نہیں
 محتاج کا غنی یہ کہو کب کرم نہیں
 دریاۓ اشتیاق میں دیکھو کہ غم نہیں
 اُس طفل کے تو ہاتھ میں سنگِ ستم نہیں

کیا داغِ دل کی عشق کہوں تو رباریاں

ایسا کوئی چراغ بدیر و حرم نہیں

اتنا تو جانتے ہیں ستم یہ ستم نہیں
 گراں کی ہے اسی میں خوشی کچھ بھی غم نہیں
 پرچم نہیں ہے شعلے کا نالہ علم نہیں

اُن کے کرم سے کیا کہیں گاہ ہم نہیں
 کیا کیا دل اور جان پہ رنج و اہم نہیں
 کس کی نگہ سے شکرِ غم بے نشان ہے

بھوکے اسیر آپ کے کھاتے میں داغ کیا
 ناصح کا قول مانے مراد کہاں کی بات
 ہستی ہماری محو فنا سر بسر رہی
 یوں لفروز تیری طلب ہے تو کون ہے
 دکھلائے پر بھی چہرے کو بیمار کے ترے
 فکرِ جوابِ مہ کھیلاتی ہے جان کیا
 اک سادہ دل کے صفحہ سے روشن سواد ہوں
 کیا ماہِ نو کو ہم سری ابروئے یار سے
 سودا نہ ہو گا دل کبھی سودا یہ چھوڑ دے

بیدار نہ ہے یہ دامِ ولے بیدارم نہیں
 میری کبھی تو کچھ بھی موثر قسم نہیں
 اک دم نہیں کہ گردِ طریقِ عدم نہیں
 جوشِ شمعِ گرمِ راہ جو سترِ قدم نہیں
 حیرت ہے چشمِ آئینہ میں کچھ بھی نہیں
 کیا کیجے اپنے ہاتھ میں ان کا قلم نہیں
 جو ہر کا بھی اس آئینہ میں کچھ رہ نہیں
 جب آسمانِ ناز و ادا اس کا خم نہیں
 بازارِ حسن میں تو کہیں قدر غم نہیں

مومن کی جان تازہ اگر ہو اسی سے ہو

روح القدس سے عشقِ ترانا لہ کم نہیں

ابل میں دین و کفر سے شادی غم نہیں
 کب س پرستی آپ بھلا منہم نہیں
 بائید گر ہو خوش کہ ہوں کبھی تم ظریف
 دل سے ہمارے ان کا دہن تنگ ہویت
 خورشیدِ رودہ آگیا رونے کو میرے پاس
 مر مر کے جی گئے ہیں بہت اس کے شوق میں

بیت الحرام کبے جو بیتِ لضم نہیں
 کیا مجھ سے ملنے جیلہ ہی مغتنم نہیں
 عینِ کرم ہے مجھ پر یہ تیرا قسم نہیں
 غم سے ہمارے ان کا قسم بھی کم نہیں
 جبران ہوں دیدہ خوبا رہتم نہیں
 آبِ حیات لبتے ترایا رسم نہیں

عاشق کا تیرے نام و نشان تک بھی ٹک گیا
طاقِ مزار ساتھ لے پھرتے ہیں ضعیف
لوحِ مزار پر بھی رہا کچھ رستم نہیں
کچھ شہتِ اُن کی بارِ تعلق سے کم نہیں

دیکھا فنائے عشق میں جب سے بقائے حُسن

ہوں نیستی ہست کہ ہستی عدم نہیں

ہے یوں تم کا شوق جو تم کو تو غم نہیں
رُونا یہ اپنا دیکھو تو ہسنے سے کم نہیں
غصہ کے بدلے غم ہی پہل میں تم نہیں
غم کی خوشی سے بھولے میں دید و رسم نہیں
گالی نہ بدعا نہ مرے سر کی ہے قسم
گر حکم ہو تو سر سے میں اٹھ جاؤں کا اُجی
سب کچھ وہی ہے مجھ میں مگر ایک دم نہیں
ہے بانگِ شراب مگر کیف کم نہیں
کرجاتے آکے ہاتھ مرا کیوں قلم نہیں
تجربہ شوق دیکھو اگر وہ ہوئے ہیں تیر

سو عافیت میں یک نہیں میں نہیں نہ چھوڑ

آغازِ عشق ہے ابھی بالآخر تم نہیں

ہم جو جسمِ نزار رکھتے ہیں
سب فسوں کو ہزار رکھتے ہیں
جانِ امید وار رکھتے ہیں
بیچ کا کل کے مار رکھتے ہیں
سر ہے جب سے خار رکھتے ہیں
حسرتِ انتظار رکھتے ہیں
دل میں تاب تو انہیں باقی

داغِ باغ مراد تازہ ہے
 تجھ سے حاصل ہوا یہی اے گل
 تو بھی کچھ سن لے ہم غریبوں کی
 ایک قول و قرار سب کیا ہیں
 دل خسرم نہیں ہے سینہ میں
 فہر کے تم و ہویں اڑا دیتے
 کون سنتا ہے کیا کہیں ہر دم
 پرورشِ نفس کی نہیں بیکار
 اک لچک بس ہے جان لینے کو
 کیوں بُرے مجھ سے ہوتے ہو پیار
 اس چمن میں جو پھرتے ہیں دلبر
 کیا نذا جز سخن کریں تجھ پر
 بیوفائی تری رہے کب تک

گلِ دایم بہار رکھتے ہیں
 دل میں اک خار خار رکھتے ہیں
 خواہشِ امیدوار رکھتے ہیں
 ہم نشیںِ بستر رکھتے ہیں
 داغِ اک یادگار رکھتے ہیں
 گیسوئے تاب دار رکھتے ہیں
 نالہ زار زار رکھتے ہیں
 سنگِ یہ بہرِ شکار رکھتے ہیں
 کیوں کمر میں کٹار رکھتے ہیں
 تم تو خوبی ہزار رکھتے ہیں
 بار اک بار بار رکھتے ہیں
 یہی بہرِ نیشا رکھتے ہیں
 ہم و نا پائیدار رکھتے ہیں

عشق کے جو اسد علی خاں ہیں

منت بے شمار رکھتے ہیں

ہے شوقِ لکا ترے جس کے دیدہ ترکو
 سلامِ تشنگی کرتی ہے اُس کی کو ترکو

ہوا ہے بارتق اب سوں میں ٹپکتا ہوں
 جگر سے بے تلک کاک لگ بھٹی اب تو
 غضب بات مری دل کی دلیں جا
 تباہ حال مرادیکہ خلق روتی ہے
 جو موجزن تھا شب ہجر اشک کا دریا
 تمہاری راہ میں دیکھوں بھلا سب کیا ہے
 سمجھ کے شوق میں کس موج چشمہ کوثر
 پڑا ہوں ضعف میں اس بن پہ کیا جلاتا
 لکھو نگاشتوق میں وہاں ارباب نہیں

کیا نہ راہ میں اس کی تو کیا کروں کو
 لگاؤے منہ سے مرے ساقیا تو ساغر کو
 رسائی گوش تک اس شوخ کے ہو گوہر کو
 نہ آیا جسم کبھی آہ اس شکر کو
 گرایا آنکھ سے کیا کیا نہ ہم نے خیر کو
 نہ جھپکی آنکھ مری دیکھتا رہا در کو
 لگاؤں اپنے گلے سے میں اس کچھ کو
 خدا کرے کہ لگے آگ ایسے بستر کو
 کہ سمجھے سلک گہر بار خطِ مسطر کو

کہاں ہے حال کہ سنئے تمہارا حال ہے عشق

خدا کے واسطے کھو لو نہ اپنے دفتر کو

کہاں کا چین کہ مضر نذیر ہے مضطر کو
 غضب پیری میں یہ داغ عشق دل پر
 سمجھو کو اس پہ گمان ہو گا دیدہ تر کا
 ہواے شوق میں رتی ہے حسرت پڑا
 رانا میرا منی سے نہیں تمہیں منظور
 بغیر شربت دیدار کیا تشفی ہو

کہ دے چکا ہے سب اُم اس بستر کو
 چھپا دے روئی میں کس طرح کوئی غلہ کو
 دکھاؤں داغ جو میں فنا بخشہ کو
 جو بند ہوں میں نفس میں تو کیا کروں پر کو
 نکال دانت نہ غلطان کیجے گوہر کو
 ہے کیسا تشنہ ترادیکہ دیدہ تر کو

نہ بند اس کو کرو دم بھی مجھ پہ کرنے
غمِ فراق ہے طوفاں تو صبرِ دل کیا ہے
سبھی میں بزم میں غش کس اور اسے چلتا ہے
دولتِ اُن کے ہو اسیر و وہاں میں
یغیر ذکرِ غمِ عشق یہ نہیں لگتا

سلوکِ شوق میں اب مجھ کو عشقِ لازم

بسانِ خامہ چلوں راہِ پاؤں کر سہ کو

بیان کیا کروں میں اپنے حالِ تیر کو
کیا ہے آئینہ بیمارِ تیرا بستر کو
ترپ یہ میری بخانوں کہ کبلا دیگی
گیا جو دل تو یہ روئے کہ چشم کھو بیٹھے
نظر سے بچ کے مری آنکھ میں میں آ بیٹھے
وہ شوخ دیدہ معالج ہو اترا ایدل
نہیں یہ کھلتا کہ کب شوقِ آزما ہے
نہیں دُور کہ دل میں وفا ہی چلتی ہے
سیا جو جیتے پھر کام ہو گا سینہ کا
انہیں کے میں بھی تو ہر دم میں پیرا ہوں

کہ دل تو کھو چکا دیکھا نہیں میں نے لبر کو
نتری ہو میں بس بزم ہی اس کا دم بھر کو
تمام فرشِ زمیں بس نہیں ہے بستر کو
الہی رو میں ہم اب کیسا دیدہ تر کو
میں پی آنکھ بہا ہوں کیسے اُن کے منظر کو
گڑا ہی دیکھا رگِ جاں میں بیکہ شہ تر کو
کسی کی بندشِ درتے کسی کی ٹھکر کو
ہے بوئے عود سے بھی ننگِ پنے مجھ کو
ہے یاد بوجھ تو بوجھِ راجی بھی رفوگر کو
ہے قم باذنی کا دعویٰ یہ جن کی ٹھکر کو

نہیں ہے شک تیرے شوق میں دیو تیرے
کر لگا دامن پر گل کنا محشر کو

نجانوں عشق کہ یوں خار دیدہ مردم
کیا ہے شوق نے کس گل کے جسم لاغر کو

سکھایا کون یہ تیوری چڑھانا دلبر کو
نجانوں ہو سکی آخر برابری کیونکر
اُسی نے بے سرو پایا کر دیا ہے مجھ کو
فلک کو دیکھ رہی ہیں کہ کب پھرتی ہے
ہمیشہ سنتا ہے فریاد العطش میری
ہم اپنا دشمن جاں کر چکے ترمی خاطر
فداے رتبہ عاشق کہ پائے بلبل پر
امیدواری میں سکی جو دل کھینچو آہ
ہو اے شوق میں سناں کے ہواڑاں
وہ شمع رو ہے مرسوز دل سے مہنوں

جلایا دل توڑ لائے گا شوق مجھ کو عشق

ضرور آب ہے جب آگ لگ چکے گھر کو

دیا گیا تھا مرانا مہ کب کیونکر کو
پسند آنا مرے پاس گر نہیں اس کو
کہ کر دیا نہو پروا نہ اس کے ہر پر کو
بلا تو لیوے مجھے یا را پنی ہی گھر کو

کیا ہر میں نے تو اب دُرُ دل سے سب رکو
 نہیں خیال تو کیا تہجے بندہ پرور کو
 کہ تاب دیکھنے کی بھی نہیں تھی اختر کو
 ہے کوئی رہ پہ جو بچانے پاؤں گے سر کو
 جو دیکھا ہا تھ میں قاتل ترے میں خنجر کو
 جو ساتھ اپنے رکھوں شوق میں ہیر کو
 سوال کا بھی نہیں ہے مجال قیصر کو
 ملایا خاک میں کیا میں بھی آب گوہر کو

لکھے کا خط کوئی اصاب عشق کو شاید

پھر اور کیا کرے حُسن اُس کا مشک و عنبر کو

کہ لایا ساتھ غم و درد سے ہر شکر کو
 کہ پی گیا وہ لبِ لبِ آب گوہر کو
 جو چھوڑ دیتا ہے کر زخمی صیدِ لاغر کو
 کہ یاد بھی نکر دوں دل کو اور دلبر کو
 کہ دضرور تھا اس بحر میں شنادر کو
 کہ محض خیر سمجھنا پڑا ہے ہر شر کو
 کہ مطلقاً ہیں گئے بھول نہی منکر کو

رقیب ہیں کہ ترے اقربا ہوں کیا پروا
 ہوئے مہر میں ہر ذرہ کیا چمکتا ہے
 شبِ فراق میرے داغ کیا فروزاں تھے
 ہیں پاؤں سوتے تری جستجو میں پھر پھرتے
 ہلالِ عید کا دہو کا ہوا مجھے ناگاہ
 گزرا راہِ طلب کیوں نہ ہو پھر آساں
 جلالِ پیرِ معناں دیکھو جس کے اب پر
 غبارِ دل کا مرے گفتگو سے ظاہر ہے

کرے گازیروزِ بر عشقِ دل کے کنور کو
 نہو گا پیا سا مرے دل کے خون کا شائد
 اُسی شکاری کی طرزِ ستم کا مارا ہوں
 سما یا سر میں آج کل یہ تو دا ہے
 فلک سے کام لیا عا شقی میں عالم نے
 شرابِ عشق سے کیا میرا فہم خوب ہوا
 ہیں واعظ اب کے یہ صرف امر بالمعروف

سلوک سنت و توحید کا بیان مفقود
 جو نکلا نالہ مرا تحتِ دل ہر نے نکلا
 کہ قصہ انوں نے رکھا ہر داب منبر کو
 نہ دیکھا ہو گا فلک ایسے تیر اور پر کو
 ہے نیزہ باز سپا ہی مرادِ نالاں قطعہ
 مگر جگر ہی یہ ہے صرف سب ہنر اس کا
 کہ ساتھ رکھا ہے تیر و تفنگ و خنجر کو
 کروں سو کیا زہوں پیتیا جو میں سر کو

سناتا عشق میں حوال اپنا ہوں ہم
 نیا ہے دیکھئے اس قصہ مکر کو

مقامِ دل نے کیا اپنا دیدہ تر کو
 جو خونِ دل سے مرے کچے کب کُتے
 ہوا پسند سمندر بھلا سمندر کو
 کہاں یہ ربطِ میسر ہو شیر و شکر کو
 سوالِ دل میں یہاں لب سے جواب لہا
 بھلا یہ سنگِ دریا کیوں نہیں ہوتا
 شکستہ پا ہوا جو زنگِ نالہ و لبیل
 نہ قتل ہوئے میں نکار ہر نہ کچھ عوی
 جہاں سیاہ نظر مجھ کو آ رہا ہے اب
 ہزار شکر کہ دل ہے غنی بدولتِ فقر
 بروزِ حشر بہت گرم ہو رہے خورشید
 کہم سے جلد دکھا دو رخِ منور کو
 فراغت ایسی کہاں سے کسی تو نگر کو
 کروں گا چادرِ سر اپنے دامنِ زر کو

وہ آبِ چشمہ حیوان سے سیر ہو گا عشق
 دکھاؤں آئینہ شہرا گر سکندر کو

جگہ تو دل میں ہی دمی اُس بُتِ تگر کو
 شکستہ رنگ بھی چہرے اڑ چلا میرے
 پیپو لے ہجر کے دل میں پڑے قدم ہو
 تمہارے کان کے موتی کو دیکھ جیرا
 میں رنگِ رُوسراپنے ہوا بہت خیرا
 جلا کے سُوزِ درواں سر کو آہ راکھ کرے
 دمِ اخیر ہی آرزو ہے عاشق کی
 وہی تماشا دکھا دیگا ہجر مجھ کو آہ
 سیاہ کاری ہجراں میں کیا کہوں تم
 خدا خواستہ حاصل اگر نہو دیدار

اُتار ایشیہ میں کیا تو نے عشقِ پتھر کو
 کیا ہونا مہِ برانپا میں مرغِ بے پر کو
 تبارِ دامن صحرا کیا یہ گوہر کو
 کہ ساتھ مہر کے دیکھا نہ تھا میں ختر کو
 اتر لانے کا کیا کیا ملا یہ کیس کو
 رکھنے دیدہ ترنم جو میرے سُبز کو
 اُڑا دے ہاتھ سے اپنے تو اُس پہ چادر کو
 دکھایا اُس نے جو یعقوب سے پیمبر کو
 پسید دیکھئے آنکھوں کو اور سر کو
 شبِ فراق ہی سمجھو نگارِ روزِ محشر کو

سنا ہے تم نے کسی سے اگر سخن اچھا
 سنا ہی دیکھا سنا عشقِ اُس سے بہتر کو

دکھاؤں آئینہ چشم کے جو جوہر کو
 وہ گھر تھا آئینہ جس سے کیا ہے باہر کو
 ابھی میں چھوڑ کے دنیا فقیر ہو جاؤں
 گلی میں اُس کی چلا ہوں میں دیکھا کھو

تو کردوں بجزِ ندامت میں غرقِ اختر کو
 نظر میں بن کے چلا جاؤں کاش اندر کو
 جو اُس گلی میں ہو ممکن بچپانا بستر کو
 پہ ڈر رہی ہے کہ کھانا پڑے نہ پتھر کو

گلی میں سن کی جو آسودہ رہنے بھی نیا
 کبھی نہ سیرِ حنین کا وہ پھر خیال کرے
 حسین سارے میں محتاج گرچہ زیور کے
 کسی کو دیر جو سرم کی خبر نہ تھی تب سے
 ہر مال میرا بھی اے ماہر کوئی طوفاں
 ہے عدلِ عشق کہ اس شیم سے مردل سے
 شکر کو مشک کو اس سے نہیں ہے کچھ نسبت

ہماری خاک سے کیا دشمنی تھی صرصر کو
 نیم دیکھے جو اس مجلسِ معطر کو
 یہ زیب تجھ سے ہے سارے لباسِ زیور کو
 ہوا ہے سو داترے سجدہ کا مرے سر کو
 یہ لائے جوش میں کیا کیا نہ بحرِ خضر کو
 بہم جو دیکھتے ہیں باز اور کبوتر کو
 دکھا دو شعر مر ازلف و لعل و لبر کو

وہ آ کے عشق نہ پھر جائے خبر تیری
 ادھر ادھر ہے تو کیوں پھرتا چھوڑ کر گھر کو

گیئے ہو بھول بہت دن آپ کتر کو
 سرِ غرور بہت کچھ تھا دیدہ تر کو
 کرم کرو تو اسی دم ہو میری جاں بخشی
 ہمارے دل کو تو اپنا کیا ہے تو ظالم
 تری تو راہ میں تبھرنے تھا کوئی حائل
 میں سخت جاں ہوں فلک کھکھوٹا لے کی قسم
 مریضِ عشق کا ہر دم ہے مختلف احوال
 نکالتا ہے وہ مطلب کی اپنی بات سربات

کروں ہوں یاد میں اس بازو بیدا کتر کو
 قدم سے اپنے ہی پایا ہوں اس کے ہسر کو
 نہ بھولو بہرِ خدا ہر دم مستر کو
 خراب از سحرِ کشورِ مسخر کو
 یہ میں قدم کے تلے دیکھا اپنے ہی سر کو
 سجانے دے مرے سر سے ایک پتھر کو
 کہ ایک حال سے نسبت نہیں ہے دیگر کو
 میں نیک ظن کروں کس طرح ایسے بدبر کو

عبارت اُس کی اگر خط سے خوب ایجا
اُسی کے دل میں پتا ملکیا تر آخر
اگر چہ شوق میں تیر ہوا ہوں بے سرو پا
گھر کے لعل کے طالب ہیں جو ہر سی عشق
نہ پڑنے آنکھ میں ان کی دے اپنی کنکر کو

کسی کو آنے نہ دوں دیکھ لے ترے گھر کو
یہ خامشی کا ہے اعجاز لعل و لبز کو
بہت سمجھ کے کرو تم اشارہ ابرو
ہو کسی کا نہ دل سوز وہ بت بیدر
ہمیں ہے خوف جو تجھ کو میں لسا ہوں
نراکت اپنی سمجھ کی سوا ہے شیشہ سے
کیا ہے غم مرے سینہ کو صفحہ مشرق
جو قد یار کو دیتے ہیں اس سے ہم تشبیہ
عزیز و حال میں بس چھوڑ دو مجھ کو
تری ہوا میں بھر کتا ہے دل بہت میرا
ہے شش جہت نمودار جلوہ دیدار
تبھی تو عشق ہیں مضمون شوخ سب سیر

تو خوش رقم ہے کہو لعل روح پرور کو
جو چچان مارا تری جستجو میں گھر گھر کو
عوض میں سر کے قدم کے رکھا ہوں چکر کو
نہ پڑنے آنکھ میں ان کی دے اپنی کنکر کو

سمجھ نہ حلقہ در مجھ سے چشم پرور کو
کہ ہونے دے نہ کبھی در کسی سخنور کو
گلے یہ اپنے کوئی پھیر لے نہ جنجس کو
کسی نے آگ سے خالی بھی دیکھا تھو کو
کہ امن اپنا سمجھتا ہوں دل سے ڈر کو
میں خون دل ہوں سمجھتا شراب حمر کو
کہ سپیوں سے مرے دیکھا اُس نے مسطر کو
تو کیوں نہ فخر سنا دار ہو صنوبر کو
کہ دو جہاں نہیں کام کچھ قلندر کو
فروع کیا رہے ایجاں چراغ مضطر کو
یہی ہے سوچ کہ اب منہ کر دل میں کیدھر کو

کہ خونِ دل سے دیا رنگ میں نے ہر ہر کو
 کیا ہو گیا ہے جذبِ لبِ بقیار کو
 لایا نہ کھینچ گھر مرے ایتک جو یا ر کو
 ہے ربطِ چشمِ تر سے دلِ داغدار کو
 ہاں بر بھی ضرور ہے اس نفی بہار کو
 میں کیا کروں یہ جان و دلِ بقیار کو
 منظور جب جلاتا ہی ٹھہرا ہے یا ر کو
 حاجت تھی روشنی کی تری راہ دیکھتے
 میں نے چراغِ جان لیا انتظار کو
 کیا جانتا نہیں ہے ترے خار کو
 لے دل اگرچہ ہے گلِ بنجار وہ جلا
 نکہتِ چمن کی کرتا ہے میرے غبار کو
 آج حیات جانتے ہیں اس شرار کو
 پھولا یہ کس جلوہ بزنگِ بہار واہ
 آزاد می دَام چاہئے تیرے شکار کو
 ٹھنڈا کلیجہ شک سے کرتے ہیں زندہ دل
 شمع و چراغ کیا رہے شہائے تار کو
 پھندے تعلقات کے بکیر رہ گئے
 دل دیدے میرے گر نہ جلیں ہجر میں تیرے

دل داغ سے جلا تو جلے داغِ دل سے آہ

خالی ہی دیکھتا ہوں نہیں جیبِ کنتار کو

تو پھر بادِ مخالف بھی موافق سی ہوا ہڑے
 توکل گر بہا زِ دل کا اپنے نا خدا ہڑے
 نہ ہڑے پر نہ ہڑے گریہِ باتاج و لوہڑے
 برآمد ہو گئے پا مال مال انکار ہا ہڑے
 تو پھر دُور و قدم پر دیکھنے تھکے ہوا ہڑے
 اگر گرمی کی رو سے کچھ بھی انکا بادیا ہڑے
 بہت اچھا ہوا اگر جو ایسے بی وفا ہڑے
 عیش کیوں لے لگا کر اُن سب کوئی یوں برا ہڑے
 تہائے سایہ کے آگے پری ہو تو کیا ہڑے
 نگاہِ قیامت قیامت اور کا کل بلا ہڑے

کہیں مانعِ تجلی کا حجابِ زہوتا ہے
 بہتِ ناصح پہرے کسریں میں آن بچھڑا ہوا
 نہیں جانا گلی سرائی اپنا بے سبب کہ ہے
 خیالِ یا تھا روئے میں مگر کچھ ان کے منہ کا
 تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا کچھ
 خوشی سے ہم تمہارے گھر میں آتے ہیں جاہیں
 تمہارا بیٹھا اٹھنا نہیں بیکار چلنا بھی
 کہے جاتا ہوں تو میں نے بھی ایسی بیقراری کی
 نہیں جب یہ ہی کب عیدِ ہم شاد ہو ہیں
 تو ہم در بدر پھر پھر ہوئے بیزار کیا حال
 ہماری کیا حقیقتِ اذلان دیکھو مرنے والی
 مکانِ آرام کا سمجھا تھا میں نے خانہ دل کو
 نہو بے یار ہم گفتگو خاموش بیٹھے ہیں
 یہ کس کے ملنے کا ہے فیض حیراں ہیں نہیں معلوم
 نہ جاسکتے ہیں ساتھ ان کے نہ ان کو روک سکتے ہیں
 شرابِ حُسن سے شہرِ کربت کی لیں رگوں میں

جو ڈھانپنا منہ کو تم نے تو نہایت خوشنما ہے
 تیقنِ جب ہوا دل کو کہاں پھر دوسرا ہے
 نہیں کھوئے تھے دل کو ہم اپنی کالج پا ہے
 کہ سارے قطر ہائے شک موتی بے بہا ہے
 کہ جان و دل ہمارے دونوں آپ کو ہوں آٹھ
 مبادا پھر خونِ عشق ہی زنجیر پا ہے
 اٹھے دلبر ہے دلہہ چلے تو دلر با ہے
 تماشہ دیکھتے حیران بیچون و چرا ہے
 ہزار آؤں اگر نور و ز تو غم کا دہا ہے
 کفیلِ مطلبِ ل اب ہمارا بس خدا ہے
 اسی آنتاں پر سر رہیں جبہ سا ہے
 نتھامہر گزگماں آخر کو یہ ماتم سرا ہے
 نہو دے جب چمن میں گل تو بلبل بے صدا ہے
 کہ بالکل ہو کے بیخود آپ سے ہم یوں جدا ہے
 انہیں کی مہربانی ہے جو ہم بدیت دیا ہے
 کہ ہم بھی ہوش میں آویں تمہارا کرتا ہے

مخالف موافق کا لیا کرتے ہیں خوابِ کلام چراغِ گل کا ردغنِ سرِ سیراب ہوا ہر

یہ بزمِ عشرتِ عشقِ جہاں آشوب ہے بارود

ہو ہر دم یہاں جو نقشِ سبل کیا مزا ہر

نہ پایا چینِ اک لخط بھی پر پڑے تو کیا ہر

کہیں بھر جو ان کو تو کہیں میری بلا ہر

ہوئی تذبذبِ شکل اب کہ عاشقِ بڑا ہر

ذرا پڑے ذرا پڑے ذرا پڑے ذرا پڑے

مری آنکھوں میں دیکھو اپنے آپ بھی دُنا ہر

ادب کے قیدی ہم ہیں وہ پابندِ جیا ہر

ثباتِ اے عشقِ یہ ہے اور اسی نامِ استقلال

حسنانِ جہاں سے دل کے پھر تم پار سا ہر

علم کی تیغ جو اس نے تو ہم بھی سر جھکا ہر

کرد جو کچھ ہمارے حق میں تو تم کو روا ہر

چلے لے ساتھ ہم کو گھر، ہمار گھر میں یا ہر

بجائے فرشتان کو وہ جہاں چاہا بچا ہر

کریں کیا پھر جو سن کے سرِ سرورِ مینا ہر

عبثِ تم و تیکرِ طائرِ رنگِ منا ہر

اسی بس بقیاری میں عزیزِ دلیا ہر

یہ کیا تہر و غضبِ جنکے ہم یوں مبتلا ہر

نہ ہم پوشیدہ جاسکتے نہ وہ دزدِ بکرا ہر

کوئی دم کے ہیں مہاں ہم شتابیِ نجاو

دکھا صورت کو اپنی رونا مجھ سے نہ مانگو تم

عجب مشکل کی صحبت ہو کہ کچھ بھی سن نہیں

خدا جانے تال اس کا بھلا پڑے برا ہر

جھا پڑے سرا پڑے دفا پڑے عطا ہر

لیوں پر جان آئی ہے نجاو وہ کہ نا ہر

تکلفِ بر طرفِ کنوا اب نہیں اپنی حاضر ہیں

پُرانی دوستی ہر حید ہم انکو جیتے ہیں

دلِ خو میں ہمارا بھی کرو یا مالِ احسان

اسی خواہش میں اگل دُمدِمنچو نہیں تھے
مبادا حیلہ گردہ حرف کچھ رکھتے اسی پر
ہمیں دیدار حاصل تشنہ دیدار کو یارب
لرز یاد و نالہ ہمیں بیزار ظاہر ہے
طریقِ عشق کے سب لکوں کو میں دیکھا ہے
لوں تو بہ واستغفار میں بھی شیخِ حلیکن
الکتاب ہے قول حق سو حق میں بکتاب
ادین خاک سپر پھر نہ کیوں ایسے بیوں

کہ ہم بھی جیسے کچھ پیغام گر یک صبا ہٹے
کہو قاصد سے میرا حال سب کو سننا ہٹے
شب ہجراں پھر اس کے حق میں کیوں وز جہا
گلا میٹھے ہمارا جبے کیا انکا گلہ ٹہرے
گئے چل ابتدا میں کچھ تو پھر بے انتہا ہٹے
کہو کیا ہو اسی جب تک پر لطف ہوا ہٹے
بھلا میری نظر میں کچھ بھی پہلے سا ہٹے
غبارِ دل میں ان کے ہم کہ جنکی خاک پڑے

بہت گردش میں سرگرداں رہ ہم عشق کیا ہو

نہ پہنچے در تک اس کے جو طالعِ نار سا ٹہرے

کنجِ قناعت میں بے قرار رہا ہٹے
سے دل لگا کر جو کُنہ گار خدا ہٹے
سبح و مسایسے کہو اے مہلقا ہٹے
اکویں میں کج سر سبزل دعا ہٹے
تک مکہ عی جاں کا دل جنگِ انا ہٹے
لے رنگ سے ہر خدی تھے آتشِ سیا ہٹے
رُما ز پر ہر دم مقدر تو مرتے ہیں

یقین با شوکت و شانِ شکوہ کبریا ہٹے
سزاواران کی نفس کے جدا ہٹے جدا ہٹے
تمہاری انتظار میں تو ہم صبح و سہا ہٹے
دفا کی تھی جو ہم نے سو سزاوار جفا ہٹے
میں حیراں ہوں کہ اس کا کچھ بھی آخر عا ہٹے
بہت منت جو کی میں خفا ہو کر ذرا ہٹے
ادا کوئی تمہاری جاں میں اپنی قضا ہٹے

ہے زربا تھیں گل کے کیا طرہ تماشا
 علاج اس کا نہ تم سے ہو طبعی و باز آداب
 کہ مرغان چمن سار فقیر با نوا ہرے
 کہ درود داغ بہتر ہے اگر دل کی دوا ہرے
 نہیں معلوم کیونکر اب بڑا ان سے ہماری ہ
 ہوتے زود بخ لے کاش اگر دیر سنا ہرے
 نظر بازی سے باز آؤ کہ یہ عشق مجازی ہے
 مناسب ل لکی کو اور کوئی مشغلہ بہرے

لعلق دل کا پوشیدہ جانفروفتنا ہرے
 مکان ایک ایک کیسا خوشنما امید کا ہرے
 کہاں پھر ناخن نذیر کی رحمت پہنچ سکتے
 گرہ ان ابروؤں سے کھلنے کی امید واری میا
 کرس کیا کچھ نہیں چارہ ملائے آسمانی کا
 دل پر شور و سرگراں ہوتا ہی نہیں آ خر
 لباس ظاہری کی ہی عجاہرے قبا ہرے
 اگر دل کی ہمارے سرزمین کا زلزلہ ہرے
 پہلے کو عقد دل کے اپنے سب مشکل کشا ہرے
 کھلے دوزات اپنے ایسے ہی دست عطا ہرے
 نہو بہات رونے کی جویوں غم کی گھا ہرے
 کسی کے ہاتھ کا لٹو بنے یا جھجھا ہرے

نہ غم ان کو امیری کا نہ خواہش آب دانہ کی

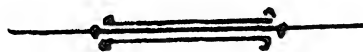
اسیر دام ان کے طائر قبضہ نہا ہرے

ہات میں اس سیم تن کے تیغ آہن دیکھئے
 سیم تن کا بیٹھا نخوت سے تن تن دیکھئے
 آئینہ میں اپنی صورتیوں جو بن ٹھن دیکھئے
 دستان ظاہری کا کیا کہو نہیں خلاط
 جس کے یکسر منکے مقناطیس گردن دیکھئے
 ضعف سے جاتی دھلی ہے میری گردن دیکھئے
 ہو گئے عاشق اپنے ہو گئے میر دشمن دیکھئے
 تیز تر آتش سے بھی یہ ربط دشمن دیکھئے

سارے دشمن دست میرے ننگے تو کیا ہوا
دوست کا سامں بھی اک کہا ہو دشمن دیکھئے
شیخ جی نے تو کیا خرقدہ کو رہن جامئے
ترہیں ہوتا ہرئے سے اُن کا دامن دیکھئے
سالکو ہے دور راہ عشق سے خوف و خطر

راہرو اس رہ کا اپنا آپ رہن دیکھئے
دست رنگیں میں مر گلرؤ کے سون دیکھئے
لے گیا دل میرا اک طفل برہمن دیکھئے
دیدنی کبے دلا بے یا رنگلشن دیکھئے
چہرہ تاباں کو اُس کے سے روشن دیکھئے
ساقیا قفل سے نیا گرم شیون دیکھئے
نقد دل اور اشک گوہر زنگ کندن دیکھئے
محبت سے بڑھ کے میں ہوں شربت شمن دیکھئے
خاک کی جاگہ وہاں بچو لوں کا خرمن دیکھئے
یتیم جو ہر دار کی حسرت میں شیون دیکھئے
زخم دل کے لب پہ جاری اور روشن دیکھئے

صفت سے یاں ہر گریباں طوق گردن دیکھئے
پاؤں کی پیری وہاں بس دور دامن دیکھئے



رَبَّاعِيَا



اللہ رے محبوب کسی کو اپنا
ہر شے کی زبان پر یہی ہے جاری
کیا ذات میں کیا صفت میں ساجھی رکھا
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

قائل جو ہوا تیری خداوندی کا
جو تیری خدا فی یہ ہنسے ہر ماواں
ہے دعویٰ بجا اس کو خرد مندی کا
غم کہا نا پڑے گا اُسے خرد مندی کا

رکھتا ہے گدا تیرا سر شاہی کا
پر راہِ رضا کٹھن ہے ایسی تیری
بیخود کو ترے دماغ آگاہی کا
ڈر خضر کو بھی رہی ہے گمراہی کا

غفلت کی تھی نیند خواب پریشاں دکھا
امید ہے شیش کی جو تھا خوفِ خدا
دل کثرتِ جم سے ہر ساں دیکھا
بس نام تیرا حسیم و رحیم دیکھا

تو نے بہت کچھ ہی ہمیں سمجھایا
کچھ بھی نہ سمجھ میں پر کسی کی آیا

جس نے تجھے پایا سمجھا ہو گا اُس نے اپنے ہی خیالات سے دل بھلایا

سچ ہے کہ وہی صاحبِ عرفان ہوا
جو آئینہ بحث کو دیتا ہے جلا
نادانی جو اپنی جان انجان ہوا
انسان سے شیطان ہوا حیران ہوا

مانندِ رسولِ حق محبوبِ خدا
جس صاف حدیث سے مضمون کھلا
اصحاب کا مداح علیٰ مولا
انکار منافقوں کا نکلا جیسا

گو تارنگہ سے ہر کوئی جال بُنا
جس رنگ کو دیکھوں وہ تراپردہ ہے
پر کس نے ترے باغ سے اک پھول حنا
یہ جوش بہار جلوہ دیکھا نہ سنا

ایمان ہمارا ہے بڑی رب کی عطا
کیا کہئے جو حال ہو کمالِ اسلام
دنیا کی یہ عزت یہ نجاتِ عقبی
مانگو یہ دعا اور کر و شکرِ خدا

لہرِ ہوں غلامِ شافعِ محشر کا
امت کے تو دوزخ سے بچا اور مجھ کو
اصحاب کا اور آلِ اطہر کا
فردوسِ مٹے سنتِ پیغمبر کا

محبوب خدا کی کرے کیا کوئی ثنا
پایا جو رُوف اور رحیم اس نے خطا
مدوح محمد سا پیدا ہوا
ویسا ہی کرے گا کام جیسا ہی کہا

ہم نام خدا کون نبی کہیے ہوا
قرآن سی کتاب کھینے بھلا اس کی ملی
اور ختم رسالت کو بھلا کس نے کیا
پڑھنے کا درود اس پر سرج و مسا

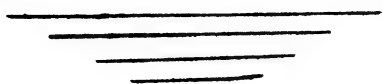
اے آہ تزا دہیاں نہیں دلبر کو
آئینہ سینہ کی جلا ہے اس سے
میری نہ جلا تو جان مضطر کو
بر باد نہ کر دل کی خاکستر کو

روکے کیا کوئی دل مضطر کو
ہر دم معشوق سے ملنے کا خیال
یہ طاقت مقدور کب ہے تیر کو
ہے کیا اے عشق دھننے ہر سر کو

ہے کام جو مجھ سے عشق دلبر کو
دکھلا دگی کیا عقل بھلا اپنا ہنر
بیکار سی فرصت نہ ملی دم بھر کو
کب دیکھنے کی تاب ہے چشم تر کو

آئینہ بنایا ہے کہ زنگار نہ مجھے
تو اپنے لئے پیار کر اے یار مجھے
کر چہرہ کا یا خط کا گرفتار مجھے
تیرے لئے میں تو بھی ہوں درکار مجھے

ہمت یہ مری عالی دنیا ہے دنی
 اس سے نہیں کچھ حال جز دل شکنی
 کیا ہے فکر ہے جب نام عبد الباقی
 محتاج تزا بندہ ہوں اگر بت غنی



در اعظم ایستم پر یس حید آباد کن
طبع گردید

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

ایک چھوٹا سا
 صاحبزادہ
 ۱۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک دن اس کا ایک دوست اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں تمام لوگوں کے بارے میں لکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۲۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۳۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۴۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۵۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۶۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۷۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۸۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۹۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔
 ۱۰۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں گا۔

